بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
وَعَلٰی آلِکَ وَ اَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

اذان سے پہلے درود و سلام

ازافادات

اُستاذ العلماء ملک المدرسین

حضرت علامہ مولانا **عطا محمد** چشتی گولڑوی بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ



رضا اکیڈمی لاہور

سلسلہ کتب ۱۹۵

کتاب: .... اذان سے پہلے درود وسلام

تصنیف: .... ملک المدرسین مولانا علامہ عطا محمد
.... چشتی گولڑوی بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ

صفحات: ۸۰

تعداد: ۱۱۰۰

سن اشاعت: ...... ربیع الثانی ۱۴۲۳ھ / جولائی ۲۰۰۲ء

مطبع: .... احمد سجاد آرٹ پریس، لاہور فون: 7357159

ناشر: .... رضا اکیڈمی لاہور

ہدیہ: .... دعائے خیر بحق معاونین رضا اکیڈمی لاہور

نوٹ

بیرون جات کے حضرات بیس روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر
طلب فرمائیں

رضا اکیڈمی (رجسٹرڈ)

محبوب روڈ۔ رضا چوک۔ مسجد رضا۔ چاہ میراں فون: 7650440

لاہور نمبر ۳۹

مختصر تعارف حضرت مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ

ملک المدرسین استاذ الکل مولانا علامہ عطا محمد چشتی گولڑوی بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ ابن ملک اللہ بخش اعوان (رحمہما اللہ تعالیٰ) ۱۹۱۶ء میں ڈھوک خیر آباد (ڈھمن) مضافات پدھراڑ، ضلع خوشاب میں پیدا ہوئے، موضع ونسال ضلع چکوال میں حافظ الٰہی بخش سے تین سال میں قرآن پاک حفظ کیا، وہیں قاضی محمد بشیر رحمہ اللہ تعالیٰ سے فارسی کی ابتدائی کتابیں کریما، نام حق وغیرہ پڑھیں۔ ۱۹۳۳ء میں فقیہ العصر، استاذ العلماء مولانا علامہ یار محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں بندیال شریف، ضلع خوشاب حاضر ہوئے اور سات سال کے عرصے میں صرف ونحو اور فقہ کی مختلف کتابوں کے علاوہ اصول فقہ کی حسامی اور منطق کی قطبی وغیرہ کتابیں پڑھیں۔

حضرت فقیہ العصر علیل ہوگئے تو چھ ماہ تک اسباق نہ ہوسکے، اس عرصے میں استاذِ گرامی کی حتی الامکان خدمت کرتے رہے، آخر خود استاذِ گرامی کے حکم پر استاذ الاساتذہ مولانا علامہ مہر محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس جامعہ فتحیہ اچھرہ میں حاضر ہوئے اور ان سے دو سال میں مختصر المعانی، مطول، ملاحسن، قاضی مبارک، حمد اللہ، شرح عقائد خیالی اور امور عامہ وغیرہ کتابیں پڑھیں، ان ہی سے مشکوٰۃ شریف اور مسلم شریف بھی پڑھیں۔ چھ ماہ موضع انھی (ضلع گجرات) منطق وفلسفہ کی بعض کتابیں پڑھیں، پھر لاہور آکر استاذ الاساتذہ علامہ محب النبی رحمہ اللہ تعالیٰ سے جامعہ نعمانیہ میں شمس بازغہ اور شرح عقائد خیالی پڑھیں۔ اس کے علاوہ آپ نے بھیرہ ضلع سرگودھا میں فاضل اجل مولانا علامہ غلام محمود رحمہ اللہ تعالیٰ (ساکن پپلاں، ضلع میانوالی) سے تصریح اور شرح چغمینی وغیرہ کتب پڑھیں۔

۱۹۴۸ء میں حضرت خواجہ غلام محی الدین گولڑوی (بابو جی) رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بغداد شریف حاضر ہوئے تو جامع مسجد امام اعظم (بغداد شریف) کے خطیب حضرت علامہ مولانا شیخ عبد القادر آفندی رحمہ اللہ تعالیٰ سے حدیث اور فقہ کی سند

حاصل کی۔

فراغت کے بعد ۱۹۴۰ء میں تدریس کا آغاز کیا، دو سال جامعہ فتحیہ، اچھرہ، لاہور، ایک سال حزب الاحناف، لاہور، ایک سال مدرسہ اسلامیہ رانیاں، ضلع حصار، تین سال جامعہ محمدیہ غوثیہ، بھیرہ شریف، آٹھ سال دار العلوم ضیاء شمس الاسلام، سیال شریف، ضلع سرگودھا، ایک سال جامعہ غوثیہ، گولڑا شریف اور تقریباً ۲۲ سال جامعہ مظہریہ، امدادیہ، بندیال شریف، ضلع خوشاب، دو سال وڑچھ شریف، تین سال دار العلوم حامدیہ، کراچی، تین سال مکھنڈ شریف، تین سال دار العلوم محمدیہ، بھکھی شریف، آخر میں جامعہ مظہریہ امدادیہ، بندیال شریف تشریف لے آئے اور جب طبیعت زیادہ ہی مضمحل ہوگئی تو ڈھوک خیر آباد (ڈھمن) ضلع خوشاب اپنے گھر تشریف لے آئے اور عزیز القدر مولانا نذر حسین چشتی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کو آخری دم تک پڑھاتے رہے، انہوں نے بھی استاذ گرامی کی ایسی خدمت کی کہ آج کے دور میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

زمانۂ طالب علمی میں حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دستِ اقدس پر سلسلۂ عالیہ چشتیہ میں بیعت ہوئے، گولڑا شریف میں منعقد ہونے والے عرسوں میں باقاعدگی سے شرکت کرنا آپ کے معمولات میں داخل تھا، حضرت کی وفات کے بعد حضرت خواجہ غلام محی الدین گولڑوی (بابوجی) سے ۳۰ر اپریل ۱۹۴۸ء کو بغداد شریف میں بیعت کی۔ ۱۹۶۳ء میں حرمین شریفین کی حاضری دی اور حج و زیارت سے مشرف ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو چار صاحبزادیاں اور دو صاحبزادے عطا فرمائے، ایک صاحبزادے تو بچپن ہی میں انتقال کر گئے، دوسرے صاحبزادے فدا حسن صاحب آپ کے جانشین ہیں اور آپ کی یاد میں قائم کیے گئے مدرسہ کے منتظم ہیں، یاد رہے کہ حضرت کی وفات کے بعد آپ کے مزار شریف کے پاس ایک مدرسہ قائم کیا گیا

ہے جس کے چھ سات کمرے تیار ہو چکے ہیں اور اس میں مولانا علامہ دوست محمد صاحب اور مولانا نذر حسین صاحب علوم دینیہ کی تدریس میں مشغول ہیں۔

حضرت استاذ العلماء اپنے دور کے شیخ رئیس بھی تھے اور ملک المدرسین بھی، آپ نے ایک سو سے زیادہ بہترین مدرسین کی ایک کھیپ تیار کی، جو بحمدہ تعالیٰ اس وقت کراچی سے خیبر تک بلکہ دیگر ممالک میں بھی مصروف تعلیم و تبلیغ ہے، راقم نے ایک رسالہ بعنوان "**کشورتدریس کے تاجدار**" لکھا اس میں آپ کے اسی تلامذہ کے نام لکھے ہیں، جن میں سے اکثر اس وقت بھی فرائض تدریس انجام دے رہے ہیں۔ لیکن یہ فہرست مکمل نہیں ہے، چند نام ریکارڈ کی حفاظت کی غرض سے اس جگہ مزید درج کر رہا ہوں۔

۸۱۔ حضرت علامہ مولانا بشیر احمد سیالوی صاحب مدظلہ، اولڈہم۔ یوکے۔

۸۲۔ حضرت علامہ مولانا محمد ابراہیم صاحب، مہتمم جامعہ غوثیہ، باغ حیات علی شاہ، سکھر

۸۳۔ حضرت مولانا محمد سرفراز صاحب، پنیالہ، ڈیرہ اسمٰعیل خان۔

۸۴۔ حضرت مولانا محمد اسلم صاحب، بریڈفورڈ۔ یوکے۔

۸۵۔ حضرت مولانا عطاء المصطفیٰ صاحب، اولڈہم۔ یوکے۔

۸۶۔ حضرت مولانا محمد شفیع صاحب، برمنگھم۔ یوکے۔

۸۷۔ حضرت مولانا آصف اشرف جلالی، لاہور

۸۸۔ حضرت مولانا محمد ناظر صاحب، کراچی۔

۸۹۔ مولانا مفتی محمد طیب ارشد، جامعہ تبلیغ الاسلام، کھرڑیانوالہ

۹۰۔ مولانا محمد سعید احمد سعیدی، برمنگھم ۹۱۔ مولانا عزیز خاں، ڈیرہ اسمٰعیل خاں

۹۲۔ مولانا حسین علی صاحب شیخ الحدیث جامعہ اکبریہ، میانوالی

۹۳۔ مولانا شیر محمد صاحب، شاہ والا ۹۴۔ مولانا شبیر الحسن صاحب، مظفر گڑھ

۹۵۔ مولانا محمد حیات قریشی، مانکیرہ ۹۶۔ مولانا محمد عابد علی، ڈیرہ اسمٰعیل خاں

آپ نے شب و روز تدریس کی مصروفیت کے باوجود چند کتابیں بھی تصنیف

فرمائیں، جو آپ کی تحقیق کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ چند تصانیف کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ رؤیت ہلال کی شرعی تحقیق۔ ۲۔ قوالی کی شرعی حیثیت۔

۳۔ عقیدۂ اہل سنت۔ سنی کے جنازہ میں شیعہ شریک نہیں ہوسکتا، یہ رسالہ حال ہی میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی اکیڈمی، ڈھوک خیر آباد (ڈھمن) پدھراڑ، ضلع خوشاب نے اضافے کے ساتھ شائع کردیا ہے۔

۴۔ مغربی جمہوری پارلیمانی نظام اور اسلام (مقالہ)

۵۔ دیت المرأۃ: عورت کی دیت مرد سے نصف ہے۔

۶۔ اسلام میں عورت کی حکمرانی۔ ۷۔ امامت کبریٰ اور اس کی شرائط۔

۸۔ درسِ نظامی کی ضرورت اور اہمیت۔ ۹۔ صرف عطائی (فارسی منظوم)

۱۰۔ تحقیق وقت افطار۔ ۱۱۔ سیف العطاء (نکاح سیدہ با غیر سید)

۱۲۔ مسئلہ حاضر و ناظر ۱۳۔ سفر نامۂ بغداد

۱۴۔ صلوٰۃ وسلام عندالاذان: یہ رسالہ اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

۴/ ذیقعدہ مطابق ۲۱ فروری ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۹ء کو دنیائے تدریس کے بے تاج بادشاہ مولانا علامہ عطا محمد چشتی گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس دار فانی سے رحلت فرما کر ڈھوک خیر آباد (ڈھمن) مضافات پدھراڑ، ضلع خوشاب کے ایک گوشے میں محوِ استراحت ہوگئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت کے تمام فیض یافتگان کی ذمہ داری بنتی ہے کہ حضرت کے عرس کے موقع پر جمع ہوں اور مل جل کر پروگرام بنائیں کہ کس طرح ہم اپنے عظیم استاذ اور محسن کے مشن کو آگے بڑھا سکتے ہیں۔

۲۱/ ربیع الثانی ۱۴۲۳ھ
۳/ جولائی ۲۰۰۲ء

محمد عبدالحکیم شرف قادری
شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
وناظم شعبۂ تعلیم وتربیت جماعت اہل سنت پاکستان

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّانَبِیَّ بَعْدَہٗ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ o

اَمَّا بَعْدُ! یہ فقیر عطا محمد چشتی گولڑوی اہل علم کی خدمت میں خصوصاً اور عوام اہل سنت کے حضور عموماً عرض کرتا ہے کہ آج کل اخبارات میں ایک خاص مسئلہ کا ذکر چل رہا ہے کہ اذان سے پہلے اور بعد درود شریف پڑھنا شرع شریف میں کیسا ہے؟ ایک گروہ اہل علم کا اس طرح درود شریف پڑھنے کو بدعت قرار دیتا ہے اور اس نے حکومت کے اس حکم کی تائید میں بیان دیا ہے جو کہ حکومت نے اذان سے پہلے درود شریف پڑھنے کی ممانعت کی ہے۔ اس کے علاوہ علماء کا ایک اور جم غفیر ہے جس نے حکومت کے اس حکم کی شدید مذمت کی ہے اور کی جا رہی ہے۔

بندہ اس مسئلہ پر غیر جانبدارانہ طور پر شرعی بحث کرنا چاہتا ہے اور علماء اور عوام اہل سنت سے اپیل کرتا ہے کہ وہ بندہ کے معروضات پر ٹھنڈے دل سے غور کریں اور خالی الذہن اور تعصب مسلک سے دور ہو کر بندہ کے مضمون کا جائزہ لیں۔ اسی صورت میں ان کو حق سمجھ آئے گا لیکن اگر انہوں نے تعصب کی عینک سے بندہ کے مضمون کا مطالعہ کیا تو پھر حق سمجھنا بہت مشکل ہے، ایسے علماء اور عوام بندہ کے مضمون کے مخاطب نہیں ہیں۔ قبل اس کے کہ بندہ درود شریف کے مذکورہ بالا اختلافی مسئلہ پر بحث کرے۔ چند تمہیدی مقدمات بیان کرنے ضروری ہیں جو کہ اصل مسئلہ کے سمجھنے میں مدد اور معاون ثابت ہوں گے۔

مقدمۂ اول: کتاب وسنت چونکہ قدیم عربی زبان میں ہیں، لہذا کتاب وسنت کو پورے طور پر وہی سمجھ سکتا ہے جو کہ قدیم عربی محاورہ کو سمجھتا ہے، اسلئے اہل سنت کے ائمہ مجتہدین نے کتاب وسنت کے سمجھنے کیلئے قواعد اور ضوابط مقرر فرمائے ہیں۔ لہذا ان ضوابط کے مطابق جو معنی کیا جائے گا وہی مبنی بر حقیقت اور درست ہوگا اور کتاب وسنت کا جو معنی

قوانین وقواعد کی پابندی کے بغیر کیا جائے گا وہ تحریف اور خرافات کے زمرہ میں آئے گا۔

اس کی مثال نحوی قواعد ہیں، ان قواعد کی روشنی میں جو آدمی عربی عبارت پڑھے گا وہ تو درست اور حقیقت ہوگی، لیکن اگر کوئی صاحب ان قواعد کی خلاف ورزی کر کے عربی عبارت پڑھتا ہے، وہ خرافات ہوگی اور اس پر بچے بھی ہنسیں گے۔ علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے اپنے ایک شعر میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ شعر

یہ امت روایات میں کھو گئی — حقیقت خرافات میں کھو گئی

جو چیز قواعد اور ضوابط کے مطابق ہے، وہی حقیقت ہے اور قواعد کی خلاف ورزی کر کے کوئی بات کرنی خرافات ہے۔ موجودہ دور کا یہی المیہ ہے کہ ہر آدمی سمجھتا ہے کہ میں کتاب وسنت کو سب سے زیادہ سمجھتا ہوں، حالانکہ وہ کتاب وسنت کے فہم کے قواعد سے قطعی طور پر نابلد ہے۔ اہل اسلام میں مذہبی افتراق وانتشار کا ایک سبب یہ بھی ہے۔

مقدمۂ دوم: پاکستان میں کئی انتخابی ادارے ہیں جن کی ابتداء یونین کونسل سے اور انتہاء مرکزی انتخاب ہیں۔ ان سب اداروں میں جیت اور ہار کی مدار ووٹوں کی اکثریت پر ہے اور ملک میں وہی آئین نافذ ہوتا ہے جس کو اکثریت کی تائید اور حمایت حاصل ہو۔

ہم پاکستانیوں کا المیہ یہ ہے کہ دنیاوی امور میں تو ہم عقل سے کام لے کر جمہوریت اور اکثریت سے کام لیتے ہیں اور جس کے ووٹ زیادہ ہوں اس کو کامیاب اور کامران خیال کرتے ہیں لیکن دینی امور میں ہم اس اکثریت اور جمہوریت کو نظر انداز کر دیتے ہیں، جو کہ بالکل نامناسب طرز عمل ہے۔ اب اس جمہوریت کے دور میں ہم اس کا جائزہ لیتے ہیں کہ پاکستان میں کس مکتب فکر کی اکثریت ہے۔ تو شمس وامس کی طرح یہ بات واضح ہے کہ پاکستان میں بہت بڑی غالب اکثریت احناف اور فقہ حنفی کے پیروکاروں کی ہے۔ ان کے مقابلہ میں دوسرے مکاتب اس قدر اقلیت میں ہیں کہ اگر یہ کہا جائے کہ وہ آٹے میں نمک کے برابر ہیں تو مبالغہ نہ ہوگا۔

اب قاعدہ تو یہ تھا کہ اقلیت اکثریت کے اس حق کو تسلیم کرتی، اگر ان سے یہ نہیں ہوسکتا تو کم ازکم اقلیت اپنے معاملات میں جو چاہے کرے لیکن اس کو یہ حق قطعاً حاصل نہیں

کہ اکثریت پر زبان درازی کرتے ہوئے اکثریت کے ان اعمال کو جو کتاب وسنت سے ثابت ہیں، ان کو بدعت قرار دے۔ یہ بڑے دکھ کی بات ہے جو قابل معافی نہیں ہے۔

غور کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اقلیت کو اکثریت کے مذہبی معمولات پر اکثریت سے دلیل طلب کرنے کا حق نہیں ہے، کیونکہ اکثریت کی کثرت ہی اس کے حق پر ہونے کی دلیل ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

''ید اللّٰہ علی الجماعۃ اتبعو السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار''

''یعنی اللہ تعالیٰ کی امداد بڑی جماعت کو حاصل ہے اور اس بڑی جماعت کا اتباع ضروری ہے۔ جو اس بڑی جماعت سے نکلا وہ اکیلا دوزخ میں جائے گا''

اور اگر اقلیت اکثریت کی کثرت کو دلیل تسلیم نہیں کرتی تو سب سے پہلے اکثریت سے اس کے معمولات پر کتاب وسنت سے دلیل طلب کرے، یہ امر بڑا ہی افسوسناک ہے کہ اقلیت بجائے اس کے کہ دلیل طلب کرے اکثریت کے معمولات کو بدعت قرار دے دے اور اقلیت کو یہ خوف نہیں آتا کہ کہیں ہم کتاب وسنت سے ثابت معمولات کو تو بدعت قرار نہیں دے رہے۔ اقلیت کی یہ بڑی دلیری ہے جو کہ دینی امور میں بہت نامناسب ہے۔

مقدمۂ سوم: یہ مقدمہ سوم نہایت ضروری ہے وہ یہ کہ علوم شرعیہ خصوصاً کتاب وسنت قواعد کلیہ سے عبارت ہیں کیونکہ جزئیات غیر متناہی اور ان گنت ہوتے ہیں اور ان کا احاطہ نہیں ہوسکتا۔ اسکی مثال ملاحظہ ہو: علم نحو کا ایک مسئلہ ہے: کل فاعل مرفوع اب اس سے ہر فاعل جزئی کا حکم معلوم ہو گیا اور فاعل کے جزئیات کا احاطہ مشکل ہے۔ اب اگر کوئی آدمی یہ کہے کہ مثلاً ''ضَرَبَ زید'' میں زید پر رفع اس وقت پڑھوں گا کہ کسی نحوی کتاب میں مذکور ہو کہ مذکورہ بالا عبارت میں زید کا لفظ مرفوع ہے، تو ایسے آدمی کو احمق کہا جائے گا کہ نحو کی کتابوں میں فاعل کے جزئیات کا احاطہ مشکل ہے، لہذا ہر فاعل جزئی کا حکم قاعدہ کلیہ سے معلوم کیا جائے گا۔

اسی طرح علم اصول فقہ ہے کہ اس میں قواعد کلیہ کا ذکر ہے اور جزئیات کا حکم قاعدہ

کلیہ سے معلوم ہوگا مثلاً اصول فقہ کا ایک مسئلہ اور قاعدہ کلیہ ہے:

''الامرُ للوجوب و النھی للتحریم''

یعنی ہر امر وجوب کیلئے اور ہر نہی تحریم کیلئے ہے

تو اس سے امر اور نہی کے ہر فرد اور جزئی کا حکم معلوم ہو جائے گا۔ کہ وہ بھی وجوب اور تحریم کیلئے ہے، فردِ امر کی مثال ''اقیموا الصلوٰۃ'' اور نہی کے فرد کی مثال ''لاتقربو ا الـزنـاء'' ہے۔ اب پہلا وجوب کیلئے اور دوسرا تحریم کیلئے ہے۔ اب اگر کوئی نام نہاد عالم یہ کہے کہ میں نماز کو واجب اور زنا کو حرام اس وقت تسلیم کروں گا کہ کسی مستند کتاب میں یہ صراحت ہو کہ ''اقیموا الصلوٰۃ'' میں جو صیغہ امر ہے یہ وجوب کیلئے ہے اور ''لاتقربوا الزنا'' میں جو صیغہ نہی ہے یہ تحریم کیلئے ہے تو ایسے نام نہاد کی جگہ پاگل خانہ ہے۔

اب بندہ اس پر حدیث شریف سے ایک دلیل لاتا ہے کہ علم شرع قواعد کلیہ سے عبارت ہے اور آنحضرت ﷺ سے جب کسی خاص آدمی کے متعلق پوچھا جاتا تو آپ ﷺ عموماً قاعدہ کلیہ کی طرف اشارہ فرماتے۔ حدیث شریف ابوداؤد کی ہے اور مشکوٰۃ شریف، ص:۲۶۶ پر ہے جس کا ابتدائی مضمون یہ ہے کہ ایک شخص عاص تھا جو کہ کفر کی حالت میں مر گیا، اس کے دو بیٹے تھے۔ ایک کا نام ہشام اور دوسرے کا عمرو تھا۔ عاص نامی شخص نے اپنے دونوں بیٹوں کو وصیت کی کہ میری طرف سے یک صد عبد یعنی گولا آزاد کرنا تو اسکے بیٹے ہشام نے والد کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے اپنے حصہ کا پچاس عبد والد کی طرف سے آزاد کر دیا۔ دوسرے بیٹے عمرو کو جو کہ مسلمان تھا یہ خیال آیا کہ میں بھی اپنے حصہ کا پچاس عبد والد کی طرف سے آزاد کروں تو اس نے یہ مسئلہ آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کہ اگر میں اپنے والد کی طرف سے پچاس عبد آزاد کروں تو اس کا کیا حکم؟ آنحضرت ﷺ نے ان الفاظ کے ساتھ جواب دیا:

''لو کان مسلما فاعتقتم عنه او تصدقتم عنه او حججتم عنه بلغه ذالک''

یعنی اگر وہ مسلمان ہے، پس تم نے اس کی طرف سے آزاد کیا یا صدقہ دیا یا

کہ حج کیا تو اس کو پہنچ جائے گا۔

اب شارحین حدیث نے یہاں ایک سوال کر کے اس کا جواب دیا ہے۔

سوال یہ ہے کہ سائل نے ایک خاص شخص کے متعلق سوال کیا جو کہ سائل کا باپ تھا اور کفر کی حالت میں مرا تھا کہ کیا میں اس کی طرف سے آزاد کر سکتا ہوں؟ تو جواب یہ مختصر دینا تھا کہ: لا۔ یعنی تو اس کی طرف سے آزاد نہ کر اور اس کو کوئی نفع نہیں ہے۔ تو یہ دو حرفی جواب چھوڑ کر ایک پورا جملہ شرطیہ کیوں ذکر فرمایا؟

تو شراح حدیث نے اس کا یہ جواب دیا کہ اگر مختصر جواب دیا جاتا تو صرف ایک جزئی اور فرد کا حکم معلوم ہوتا اور اس کے سوا دوسرے لوگوں کا حکم معلوم نہ ہوتا اور جب جملہ شرطیہ کے ساتھ طویل جواب دیا تو تین قاعدہ کلیے معلوم ہوئے۔

اول: ہر مسلمان میت کو صدقہ وخیرات سے نفع حاصل ہوتا ہے۔

دوم: میت اگر کافر ہو تو صدقہ وخیرات سے اس کو کوئی نفع نہیں ہے۔

سوم: میت کیلئے صدقہ مالی بھی کیا جا سکتا ہے اور بدنی بھی۔

حاشیہ مشکوٰۃ شریف کی عبارت ملاحظہ ہو:

''دلّ علیٰ ان الصدقة لاتنفع الکافر ولا تُنجیه وعلیٰ ان المسلم ینفعه العبادة المالیة والبدنیة وهذه النکتة باعثة علیٰ انه لم یقل لافی الجواب''

خلاصۂ عبارت یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے سائل کے جواب میں لا ـــ نہیں فرمایا۔ اس کا نکتہ یہ ہے کہ تین قواعد کلیہ معلوم ہوگئے۔

اس طویل مقدمہ سے بندہ کا مقصد یہ ہے کہ تمام علوم عموماً اور علم شرعی خصوصاً قواعد کلیہ سے عبارت ہیں اور جزئیات کا ذکر صرف ایضاح قواعد کیلئے ہوتا ہے، نہ کہ حصر کیلئے کہ یہ حکم صرف انہیں جزئیات اور افراد کا ہے۔ اب اگر کوئی بھلا مانس یہ کہہ دے کہ اس امر کو تو میں تسلیم کرتا ہوں کہ میت اگر مسلمان ہو تو اس کو صدقہ وخیرات کا ثواب پہنچتا ہے لیکن میں اپنے فوت شدہ مسلمان والد کے متعلق تب تسلیم کروں گا کہ اس کا نام ذکر کیا جائے

درود وسلام ناجائز اور بدعت ہے تو اس آدمی کے اس قول سے اس خبث باطن کی نشاندہی ہوتی ہے کہ اس آدمی کے نزدیک صرف سنت فعلی ہی دلیل ہے اور کتاب اللہ اور سنت قولی اور اجماع دلیل نہیں ہے اور وہ ان تینوں دلائل کا تکذیب کنندہ اور منکر ہے، کیونکہ اگر اس کے نزدیک مذکورہ بالا تینوں دلائل مسلم ہوتے اور اس آدمی کا ان تین دلائل کے ساتھ ایمان ہوتا تو یہ آنحضرت ﷺ کے فعل کی تخصیص نہ کرتا، بلکہ یہ کہتا کہ قبل از اذان درود وسلام کتاب وسنت اور اجماع امت سے ثابت نہیں ہے، لہذا یہ ناجائز اور بدعت ہے لیکن اس آدمی نے ایسا نہیں کیا تو ثابت ہوا کہ اس کے نزدیک کتاب اللہ جل شانہ اور سنت قولی رسول اللہ ﷺ نہ دلیل ہے اور نہ ہی اس کا اس کے ساتھ ایمان ہے۔ اس سے لزوم کفر کی بدبو آتی ہے۔

وجہ دوم: اصول فقہ کا ایک قاعدہ ہے کہ ایک دلیل ہوتی ہے اور دوسرا اس دلیل کا مدلول تو ایک خاص دلیل کی نفی سے مدلول کی نفی نہیں ہوتی کیونکہ ایک مدلول کی متعدد دلیلیں ہوتی ہیں تو ایک خاص دلیل کی نفی سے مدلول کی نفی نہیں ہوسکتی، کیونکہ یہ مدلول دوسری دلیل سے ثابت ہوسکتا ہے۔ اصول فقہ میں اس قسم کے استدلال کو احتجاج بلا دلیل کہا گیا ہے جو کہ باطل ہے اور علماء اصول نے اس مسئلہ کو ایک مثال سے سمجھایا ہے کہ مثلاً موت ہے۔ اس کے کئی اسباب اور علل ہیں مثلاً قتل اور پہاڑ سے گرنا یا اور کسی شدید بیماری کا عارض ہونا۔ اب زید کی موت پر کوئی نام نہاد منکرِ درود وسلام یہ دلیل دیتا ہے کہ زید پہاڑ سے نہیں گرا۔ لہذا نہیں مرا تو یہ استدلال بلا دلیل اور باطل ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ زید پہاڑ سے تو نہیں گرا لیکن اس کو کسی نے قتل کردیا ہو، تو اب اسکی موت کی نفی خاص سبب کی نفی سے ثابت نہیں ہوگی بلکہ اس کی موت دوسرے سبب سے ثابت ہوجائے گی۔

اب بندہ اس قاعدہ اصولیہ کو درود وسلام میں جاری کرتا ہے کہ درود وسلام قبل از اذان کے جواز کے کئی دلائل اور علل ہیں۔ کتاب اللہ جل شانہ، سنت رسول اللہ ﷺ قولی یا فعلی اور اجماع امت، لہذا امتناع درود وسلام ان چار دلائل میں سے ہر ایک دلیل سے ثابت ہوسکتا ہے تو اب اگر نام نہاد اور منکر اس طرح استدلال پیش کرے کہ چونکہ درود وسلام کے متعلق کوئی سنت فعلی نہیں ہے۔ لہذا یہ درود وسلام جائز نہیں اور بدعت ہے تو اس

نام نہاد کا یہ استدلال باطل محض ہوگا، کیونکہ درود وسلام قبل از اذان کتاب اور سنت قولی سے ثابت کیا جاسکتا ہے اور تمہیدی مقدمات کے بعد یہ فقیر ان شاء اللہ تعالیٰ کتاب وسنت قولی سے اسکو ثابت کرے گا انتظار فرمائیے۔

بندہ نے جو اصول فقہ کا قاعدہ ذکر کیا ہے اس پر دلیل ملاحظہ ہو، اصول شاشی میں ہے:

"الاحتجاج بلادلیل انواع منها الاستدلال بعدم العلة علی عدم الحکم (الی) بمنزلة مایقال لم یمت فلان لانه لم یسقط عن السطح o"

"یعنی اگر کوئی آدمی اس طرح استدلال پیش کرے کہ حکم اور مدلول اس لئے معدوم ہے کہ اس کی علۃ معدوم ہے، مثلاً یہ کہے کہ فلاں آدمی نہیں مرا، اس لئے کہ چھت سے نہیں گرا تو یہ استدلال بلادلیل اور باطل ہے۔"

البتہ! اگر کسی حکم اور مدلول کی علۃ اور دلیل صرف ایک ہی ہے تو اس صورت میں یہ استدلال درست ہوگا۔ اسی بنا پر کہا جاتا ہے کہ دلیل اور علۃِ خاص کی نفی سے مدلول اور معلول کی نفی نہیں ہوتی، البتہ مدلول اور معلول کی نفی سے ہر دلیل اور علۃ کی نفی ہوجاتی ہے۔

وجہ سوم: کسی نام نہاد منکر درود وسلام کا یہ کہنا کہ درود وسلام قبل اذان اس لئے بدعت اور جائز نہیں کہ اس کے متعلق سنت فعلی نہیں ہے تو منکر کے اس قول سے درود وسلام کا بدعت ہونا ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ یہ منفی طرز استدلال ہے اگر تم نے اس کو بدعت ثابت کرنا ہے تو اس کے لئے تم پر لازم ہے کہ کتاب وسنت سے کوئی ایسی دلیل لاؤ جس کا معنی ہی یہ ہو کہ قبل از اذان درود وسلام نہ پڑھو اور یہ بدعت ہے۔ اگر منکر میں ہمت ہے تو ایسی دلیل پیش کرے لیکن قاعدہ احناف کے مطابق یہ دلیل خبر متواتر یا خبر مشہور ہو: "فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودها الناس والحجارة"۔ نص قطعی سے ثابت درود شریف کا منکر نار اور آگ کا ایندھن ہوگا۔

وجہ چہارم: آنحضرت ﷺ کی سنت کی دو قسم ہیں۔ سنت قولی اور فعلی۔ سنت قولی آپ ﷺ کے فرمان کو کہتے ہیں اور سنتِ فعلی آپ ﷺ کا فعل اور کام ہے کہ آپ ﷺ نے

وہ کام کیا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ان ہر دو سنت میں فرق کیا ہے؟ تو اصول فقہ میں ہر دو سنت کے تین فرق ہیں۔

فرق اول: سنت قولی پر اتفاق ہے کہ یہ حجۃ اور دلیل ہے اور اس سے استدلال پر تمام امت کا اتفاق ہے اور حدیث فعلی میں اختلاف ہے کہ اس سنت کے ساتھ مطلقاً استدلال درست ہے یا نہ۔ بعض علماء سنتِ فعلی کے ساتھ استدلال کو درست نہیں مانتے یعنی محض سنتِ فعلی سے نہ تو اباحت ثابت ہوتی ہے اور نہ ندب اور وجوب بلکہ اباحت، اور ندب اور وجوب کسی اور دلیل سے ثابت ہوگا اور بعض علماء کا مذہب یہ ہے کہ آپ ﷺ کے فعل کی اتباع واجب ہے۔ البتہ! اگر کسی دلیل سے ثابت ہو جائے کہ آپ ﷺ کے اس فعل کی اتباع منع ہے اور بعض علماء نے تفصیل کی ہے کہ اگر یہ معلوم ہو جائے کہ آپ نے یہ فعل وجوب یا ندب یا اباحت کے طور پر کیا ہے تو ہم بھی وہ فعل اسی جہت پر کریں گے اور اگر یہ معلوم نہ ہو سکا کہ آپ ﷺ نے یہ فعل کس طریقہ پر کیا ہے؟ تو اس صورت میں آپ ﷺ کے فعل کو اباحت پر محمول کیا جائے گا۔

فرق دوم: اکثر احکام شرع حدیث قولی پر مبنی ہیں نہ کہ حدیث فعلی پر۔

فرق سوم: حدیث قولی کی وضع بیان کے لئے ہے نہ کہ حدیث فعلی سے۔ اب ان فرقوں پر دلائل ملاحظہ ہوں۔

نور الانوار میں ہے:

"اختلفوا فی اقتداء افعال لم تصدر عنه سهواً ولم يكن له طبعاً ولم تكن مخصوصة به۔

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ آپ کے افعال چار قسم پر ہیں۔

قسم اول: جو سہو سے صادر ہوئے جیسے آپ ﷺ نے ظہر کی نماز میں دو رکعت پر سلام پھیر دیا۔

قسم دوم: وہ فعل جو کہ آپ ﷺ سے طبعاً صادر ہوئے جیسے کہ آپ ﷺ سوتے تھے جاگتے تھے، ان ہر دو قسم کی اقتداء ہم پر واجب نہیں ہے۔

قسم سوم: وہ فعل جو کہ آپ ﷺ کے ساتھ مخصوص تھا کہ ایک وقت میں آپ ﷺ کے نکاح میں چار سے زیادہ ازواج مطہرات تھیں، اس فعل کی اقتداء ہمارے لئے جائز ہی نہیں۔

قسم چہارم: وہ افعال جو کہ ان تینوں اقسام کے سوا ہیں ان میں اختلاف ہے۔

تلویح میں ہے:

"السنة ضربان قول و فعل والقول هو الموضوع لبيان الشرائع المبنى عليه اكثر الاحكام المتفق على حجته بين الانام۔

معنی اس عبارت کا یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی سنت دو قسم ہے، قولی اور فعلی اور سنت قولی کی وضع شرعی احکام کے بیان کے لئے ہے۔ فعلی سنت کی وضع بیان شریعت کے لئے نہیں ہے اور سنت قولی پر اکثر شرعی احکام کی مدار ہے۔ سنت فعلی پر نہیں ہے۔ یہاں تک دو فرق آگئے۔

تیسرا فرق یہ ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ سنت قولی حجت اور دلیل ہے اور سنت فعلی کے حجت اور دلیل ہونے میں اختلاف ہے۔ انہی تین فرق کو حاشیہ تلویح میں بایں طور ذکر کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

"القول اقوى بوجوه ثلثة، الاول: ان القول موضوع للبيان بخالف الفعل. الثانى: ان اكثر الاحكام مبنية عليه بخلاف الفعل. الثالث: ان حجية القول متفق عليه يعنى اذا جاء الحديث القولى وجب الامتثال عندالكل بخلاف الفعل۔"

اس عبارت میں مذکورہ بالا تین فرق کو بیان کیا گیا ہے اور آخر میں فرمایا کہ جب حدیث قولی آجائے تو سب کا اتفاق ہے کہ اس پر عمل واجب ہے۔ سب ائمہ کے نزدیک بخلاف حدیث فعلی کے کہ اس پر عمل سب ائمہ کے نزدیک واجب نہیں، بلکہ اس میں اختلاف ہے۔

ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ حدیث قولی بہت قوی ہے حدیث فعلی سے، اب

اُن معاندین منکرینِ منصوص درود وسلام پر حیرت ہے کہ درود وسلام پر حدیث فعلی غیر اتوی اور **مختلف فیہ** طلب کرتے ہیں اور اس کی نفی پر درود وسلام منصوص کو بدعت قرار دیتے ہیں اور کتاب اللہ جل شانہٗ اور حدیث قولی آنحضرت ﷺ کو نظر انداز کر جاتے ہیں، یہ کھلا عناد اور جہالت ہے۔ یہاں تک پانچ تمہیدی مقدمات ختم ہوئے۔

مقدمۂ ششم: رابطہ عالم اسلامی اور تنظیم المساجد عالمی کی طرف سے جو سرکلر جاری ہوا ہے اور اس کی تائید پاکستان میں اس تنظیم کے کاسہ لیسوں نے کی ہے، اس سرکلر کے الفاظ یہ ہیں کہ اذان سے قبل ان اعمال سے اجتناب کیا جائے جو بطور بدعت ایجاد کردہ ہیں اور پھر تصریح کردی کہ اس بدعت سے مراد درود وسلام ہے جو کہ اذان سے پہلے پڑھا جاتا ہے اور پھر معاندین اور دشمنانِ درود وسلام نے اپنی جہالت کا ثبوت فراہم کرتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا کہ درود وسلام نہ اذان کے پہلے جائز ہے اور نہ بعد۔ لہذا اس کی حمایت نہیں کی جاسکتی۔

سو بندہ گزارش کرتا ہے کہ درود وسلام اذان سے پہلے پڑھنا اور اذان کے بعد پڑھنا کتاب وسنت سے ثابت ہے اور ثواب اور برکت کا سبب ہے اور اس عمل خیر کو روکنا یہ بدعت سیئہ ہے۔ لہذا ان مبتدعین کے منہ میں لگام دینے کی ضرورت ہے جو درود وسلام کو بدعت کہتے ہیں۔ ہم اہل سنت وزارت مذہبی امور سے یہ سوال کرنے میں حق بجانب ہیں کہ کیا پاکستان بے شمار قربانیوں کے بعد اسی لئے قائم ہوا تھا کہ یہاں وزارت مذہبی امور کی طرف سے درود وسلام کو بدعت قرار دیا جائے گا اور نیز یہ کہا جائے گا کہ درود وسلام سے مسجد کا تقدس مجروح ہوتا ہے؟ کیا کوئی کلمہ گو بقائمی ہوش وحواس ایسے الفاظ استعمال کرسکتا ہے؟

ہم وزیر صاحب سے مؤدبانہ گزارش کرتے ہیں کہ جو مساجد اوقاف کے قبضہ میں ہیں انکی آمدن تو محکمہ ہڑپ کر جاتا ہے اور مسجد کے مصارف از قبیلہ صفیں اور پانی اور بجلی اور رمضان المبارک میں ختم کے موقع پر شیرینی کی تقسیم اہل محلہ اپنی گرہ سے ادا کرتے ہیں۔ جناب والا مسجد کا تقدس تو اس سے مجروح ہو رہا ہے، نہ کہ درود وسلام سے۔ جس کا حکم کتاب و سنت میں ہے۔ ہمارے خیال میں وزیر صاحب نے جو تقدس کے مجروح ہونے کے الفاظ

استعمال کئے ہیں، اگر واقعہ میں انہوں نے یہ الفاظ استعمال کئے ہیں تو وہ بذریعہ اخبارات ان الفاظ سے رجوع کرنے کا اعلان کریں کیونکہ ان کے ان الفاظ سے اہل سنت کے دل میں شکوک وشبہات پیدا ہو رہے ہیں اور اگر آپ نے یہ الفاظ نہیں کہے اور اہل سنت کا یہی خیال ہے کہ ایک عام مسلمان بھی ایسے الفاظ استعمال نہیں کرسکتا چہ جائیکہ وہ وزیر ہو اور پھر مزید براں اوقاف اور مذہبی امور کا مرکزی وزیر ہو، اگر آپ نے یہ نہیں کہا تو اسکا اعلان بھی ضروری ہے۔

نیز ہمیں وزیر اعظم پاکستان کی خدمت میں بھی یہ عرض کرنا ہے کہ آپ نے تجربہ کار وزیر مقرر نہیں فرمائے۔ ہر محکمہ کا وزیر ایسا ہونا چاہیے کہ اس کو اس محکمہ کی پوری واقفیت ہو اور اس کو اپنے محکمہ کا تجربہ ہو، لیکن آج کل وزارتیں سیاسی رشوت کے طور پر دی جاتی ہیں تاکہ وہ حکومت کے ہر حکم پر انگوٹھا لگا دیں۔ حیرت ہے کہ مرکز اور صوبوں میں اکثر وزراء وہ ہیں جو کہ اذان سے پہلے اور بعد درود وسلام کو عبادت جانتے ہیں لیکن کسی وزیر کا بیان اس سیاہ سرکلر کی مذمت میں نہیں آیا۔ وزراء صاحبان کو معلوم ہونا چاہیے کہ ایک سال تو تقریباً گزر چکا ہے۔ چار سال کے بعد آپ نے اہل سنت سے پھر ووٹوں کی بھیک مانگنی ہے، آپ کی وزارت کچی نوکری ہے۔ آخر وزیر صاحب کو یہ تو معلوم ہی ہوگا کہ کسی بیرونی تنظیم کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ پاکستان کے اندرونی معاملات میں دخل دے۔ وزیر کا حق تھا کہ اس بیرونی سرکلر کو واپس کر کے بیرونی تنظیم کو متنبہ کرتا کہ آپ کا یہ سرکلر غیر آئینی اور غیر معقول ہے اور پاکستان میں فتنہ اور فساد کا باعث ہے۔ آئندہ آپ کو احتیاط لازم ہے۔ وزیر صاحب کا تذکرہ تو اس مضمون میں تبعاً آگیا۔

اصل میں بندہ یہ کہہ رہا تھا کہ جن معاندین جہلاء نے یہ کہا ہے کہ اذان سے پہلے اور بعد درود وسلام بدعت ہے، یہ انکی بڑی دلیری ہے اور اس سے ان کی علمی کم مائیگی کا پتہ چلتا ہے۔ اذان سے پہلے اور بعد درود وسلام کتاب وسنت سے ثابت ہے، بندہ یہ چیلنج کرتا ہے کہ کتاب وسنت سے کوئی آیت یا حدیث پیش کریں جس کا معنی یہ ہو کہ اذان سے پہلے اور بعد درود وسلام پڑھنا ناجائز ہے یا بدعت ہے یا کہ نہ پڑھو۔ محض آپ کا یہ استدلال کہ

آنحضرت ﷺ نے یہ فعل نہیں کیا، اس سے یہ فعل ناجائز اور بدعت ثابت نہیں ہوتا کیونکہ قبل ازیں اصول فقہ سے یہ ثابت کیا جاچکا ہے کہ یہ منفی طرز استدلال ہے اور اصول فقہ نے اس کو استدلال بلا دلیل فرمایا ہے کہ ایک حکم کی متعدد دلیلیں ہوتی ہیں۔ایک دلیل کی نفی سے حکم کی نفی نہیں ہوتی۔تفصیل گزر چکی ہے۔اگر منکرین درود وسلام کی یہ دلیل تسلیم کر لی جائے کہ چونکہ آنحضرت ﷺ نے یہ عمل نہیں کیا—لہذا اس قسم کا درود وسلام پڑھنا بدعت ہے۔

بندہ منکرین پر ایک سوال کرتا ہے کہ ان منکرین اور انکی عالمی تنظیم کو یہ علم ہے کہ عالم اسلام میں عموماً اور حجاز مقدس میں خصوصاً نماز اور اذان اور خطبہ اور دیگر کئی عبادات میں سپیکر استعمال کیا جاتا ہے، حالانکہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام اور ائمہ مجتہدین نے یہ آلہ مذکورہ بالا عبادات میں استعمال نہیں کیا۔تم منکرین کی دلیل سے یہ بھی بدعت ٹھہرا اور اس بدعت کا ارتکاب بیت اللہ شریف میں ہو رہا ہے اور عالمی تنظیم اور ان کے پاکستانی کاسہ لیس ساکت عن الحق ہیں اور شیطان اخرس کا رول ادا کر رہے، لیکن خدا کے محبوب پر درود وسلام انکو چبھ رہا ہے تو ظاہر ہے کہ اس کا سبب بغض رسول ﷺ ہے اور چونکہ نجدی حکومت کا کھاتے ہیں، لہذا کعبہ میں بدعت پر خاموش ہیں۔حالانکہ درود وسلام اور سپیکر میں بڑا فرق ہے۔درود وسلام فی ذاتہ عبادت اور مامور بہ منصوص ہے اور سپیکر نہ فی ذاتہ عبادت اور نہ مامور بہ اور منصوص ہے۔

یہاں کئی اور لطیفے بھی ہیں لیکن طوالت کے خوف سے انکی تفصیل ذکر نہیں کی جاتی اجمالی طور پر اشارہ کافی ہے۔عالمی تنظیم اور ان کے وظیفہ خوروں کی مساجد میں گھڑیاں اور گھڑیال نصب ہیں، انکے مطابق انہوں نے اوقات نماز وغیرہ مقرر کر رکھے ہیں، حالانکہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام ﷺ کے زمانہ اقدس میں ایسا کوئی انتظام نہیں تھا تو منکرین درود وسلام کے اپنے قاعدہ کے مطابق یہ سب انتظام بدعت ٹھہرا اور وہ ان بدعات کا ارتکاب کر کے مبتدع ہو رہے ہیں۔اپنی بدعت پر تو انکی نظر نہیں ہے لیکن نہایت ڈھٹائی سے درود وسلام کو بدعت کہہ رہے ہیں۔

مشہور ہے کہ وقت کا پہچاننا فرض ہے کیونکہ اس پر صحت نماز موقوف ہے۔وقت

معلوم کرنے کے طریقے کتاب وسنت اور کتب فقہ میں مذکور ہیں۔یہ منکرین ان طریقوں سے بالکل ناواقف ہونے کی وجہ سے ان پر عمل نہیں کرتے اور اوقات کی پہچان ان کے نزدیک گھڑیوں اور گھڑیالوں پر موقوف ہے۔گھڑی پر وقت ہو گیا تو یہ اذان دے دیتے ہیں، خواہ شرعی قواعد کے مطابق وقت نہیں ہوتا، خصوصاً شام کے وقت انکی اذان بے وقت ہوتی ہے اور رمضان المبارک میں اس بے وقت اذان سے اپنے اور لوگوں کے روزے خراب کرتے ہیں اور انکی دلیل یہ ہے کہ ہم تعجیل فی الافطار پر عمل کرتے ہیں، حالانکہ انکا عمل تعجیل فی الافساد ہے۔تعجیل فی الافطار یہ ہے کہ افطا کا وقت ہو جائے تو افطار میں جلدی کرنی چاہیے۔وقت سے پہلے روزہ کے افساد میں تعجیل ہے جو کہ مذموم ہے۔بندہ ان کو چیلنج کرتا ہے کہ کتاب وسنت کے مطابق شام اور افطار صوم کا وقت بیان کریں۔

جب ان منکرین درود وسلام کا کوئی نجدی معزز مہمان آتا ہے تو یہ لوگ کثیر تعداد میں ائرپورٹ اور اسٹیشن پر اس کا استقبال کر کے جلوس کی شکل میں اس کو قیام گاہ پر لاتے ہیں اور پھر اس کو پر تکلف استقبالیہ دیتے ہیں۔جس پر پانی کی طرح روپیہ بہایا جاتا ہے اور پھر اس نجدی مہمان کو سپاس نامہ پیش کرتے ہیں اور اسکی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتے ہیں۔ان سب بدعات کو تو یہ نام نہاد اہل توحید سنت جانتے ہیں اور اگر اہل سنت میلاد شریف کی خوشی میں کھانا تقسیم کریں تو یہ لوگ اس کو فضول خرچی قرار دیتے ہیں اور مجلس میلاد شریف کو نعوذ باللہ جنم کنہیا سے تشبیہ دیتے ہیں اور میلاد شریف کے جلوس کو بدعت قرار دیتے ہیں اور ان کا استدلال وہی منفی طریقہ استدلال ہے کہ چونکہ یہ کام آنحضرت ﷺ نے نہیں کیا—لہذا ناجائز اور بدعت ہے اور ان کو یہ توفیق نہیں ہوتی کہ کتاب وسنت سے اس کا جواز تلاش کریں۔حقیقت یہ ہے کہ میلاد شریف کا اصل کتاب وسنت سے ثابت ہے۔قرآن پاک میں وارد ہے، قولہ تعالیٰ:

"لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا"

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول کو مومنوں میں مبعوث فرما کر احسان کیا ہے۔

تو معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ نعمت عظمیٰ ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی اپنا

محبوب کسی کو نہیں دیتا خصوصاً جبکہ مُحب کو معلوم ہو کہ لوگ میرے محبوب کو بڑی بڑی تکالیف دیں گے تو اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ لوگ بے قدری کریں گے اور پتھر ماریں گے اور اللہ تعالیٰ کے محبوب کو لہولہان کریں گے، اس کے باوجود اپنا محبوب مومنین کو عطا فرما کر احسان جتلایا اور پھر دوسری جگہ فرمایا: قولہ تعالیٰ:

"لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ"

اگر تم نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کیا تو اللہ تعالیٰ نعمت میں زیادتی فرمائے گا۔

اور پھر جناب رسول اللہ ﷺ نے مومنین پر بڑے بڑے احسان فرمائے اور سب سے بڑا احسان یہ فرمایا کہ مومنوں کو ایمان کی نعمت سے سرفراز فرمایا تو اللہ تعالیٰ منعم حقیقی اور اس کا محبوب ﷺ، اللہ تعالیٰ کی عطا سے منعم ٹھہرے اور جس آدمی کو ذرا بھی عقل و تمیز ہے وہ جانتا ہے کہ منعم کا شکریہ لازم ہے، اسی بناء پر میلاد شریف منا کر اہل سنت منعم کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور منکرین درود و سلام اس شکریہ کو بدعت قرار دیتے ہیں، اگر وہ غور کریں تو ان کو معلوم ہو گا کہ منعم جل جلالہٗ اور منعم ﷺ کے شکریہ سے مؤمنوں کو روکنا یہ صرف بدعت ہی نہیں، بلکہ بدعت سیئہ اور صریح بغض رسول ﷺ ہے۔

نیز حدیث شریف میں ہے کہ آپ ﷺ پیر کے دن روزہ رکھتے تھے جب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا: "فیہ ولدتُ" میں اس دن پیدا کیا گیا ہوں۔ محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمائی کہ یہ روزہ ولادت کا شکریہ تھا۔

حیرت ہے کہ آنحضرت ﷺ تو سال میں تقریباً پچاس دفعہ اپنا میلاد خود مناتے ہیں، اس سے اپنی امت کو سمجھا گئے کہ اس دن کی آپ کے نزدیک خصوصی اہمیت ہے۔ لیکن ہم اہل سنت سال میں ایک دفعہ میلاد مقدس کا اہتمام کریں تو یہ منکرین بغض رسول کا اظہار کرتے ہوئے اس کو بدعت ٹھہراتے ہیں۔

منکرین کی یہ الٹی سیاست ہے کہ اہل سنت کے معمولات پر تو یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ کام آنحضرت ﷺ نے نہیں کیا اور پھر اس کے برعکس جو کام آنحضرت ﷺ نے خود اپنی ولادت کا شکریہ ادا کرنے کیلئے کیا۔ منکرین یہ کام نہیں کرتے بلکہ اس کو بدعت قرار

دیتے ہیں۔ میلاد شریف کو بدعت قرار دینے کیلئے تو وہ بڑے بڑے اشتہار شائع کرتے ہیں لیکن ان کو کبھی یہ توفیق نہیں ہوئی کہ بذریعہ اشتہارات اپنے چیلوں کو حکم دیں کہ پیر کے دن روزہ رکھ کر ولادت پاک کا شکریہ ادا کریں، لیکن جس کے ساتھ بغض ہو اس کی ولادت کا یہ کیونکر شکریہ ادا کریں۔

اہل سنت کے نزدیک ولادت طیبہ کا شکریہ پیر کے روزہ میں منحصر نہیں ہے بلکہ روزہ سے مراد بدنی عبادت ہے کیونکہ مالی عبادت بھی شکریہ کیلئے ادا کی جاسکتی ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا۔ نیز سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشی میں ابولہب کافر نے اپنی لونڈی کو آزاد کیا تو بعد از موت پیر کے دن اللہ تعالیٰ اس کو پانی پلاتا ہے۔ تو محدثین کرام فرماتے ہیں کہ ابولہب کو بھی ولادت کی خوشی میں فائدہ ہوا اور ہفتہ میں ایک دن اس کے عذاب میں تخفیف ہوئی۔ حالانکہ وہ سر سے پاؤں تک ان منکرین کی طرح بغض رسول ﷺ سے بھرا ہوا تھا اور مسلمان کے تو رگ و ریشہ میں اپنے نبی ﷺ کی محبت ہی محبت ہے اگر سارا ہفتہ ان سے عذاب اٹھا لیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے کرم سے کیا بعید ہے۔ لیکن یہ منکرین تو ابولہب سے بھی گئے گزرے ہیں اور شیطان کا مقصد ان کے گمراہ کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کو سارا ہفتہ عذاب شدید ہے اور ان کا شیطان خوشی میں گھی کے چراغ جلائے۔ ولقد صدق علیھم ابلیس ظنہ ۰ الآیۃ۔

ابولہب کو جو خوشی سے تخفیف ہوئی تو اس سے معلوم ہوا کہ ولادت کی خوشی میں مال بھی خرچ کرنا جائز ہوا، تو ثابت ہوا کہ مؤمنین ولادت کی خوشی میں عبادت بدنی اور مالی دونوں کر سکتے ہیں۔

مقدمۂ ہفتم: دن کے بارہ گھنٹے ہیں اور چوبیس نصف گھنٹے اور اڑتالیس چوتھائی حصے اور اسی طرح رات کے بھی اڑتالیس چوتھائی حصے ہیں، تو مجموعہ چھیانوے حصے ہو گئے اب بندہ ان معاندین منکرین درود و سلام سے پوچھتا ہے کہ ان چھیانوے حصوں سے تمہارے نزدیک کس حصہ میں درود و سلام جائز اور سنت ہے؟۔ تم جس حصہ کو اختیار کرو گے اس پر بقول تمہارے یہ اعتراض ہو گا کہ یہ ثابت کرو کہ اس حصہ میں آنحضرت ﷺ نے

درود وسلام پڑھا ہے اور تم کسی حصہ میں یہ ثابت نہیں کر سکو گے تو پھر تمہارا دین یہ ہوگا کہ درود وسلام پڑھنا ہی بدعت ہے، اور پھر ہر عبادت نفلی پر یہی اعتراض ہوگا مثلاً قرآن پاک کی تلاوت کے متعلق اگر تم یہ کہو کہ رات اور دن کے فلاں فلاں حصہ میں جائز ہے تو تم کو ثابت کرنا ہوگا کہ اس حصہ میں آنحضرت نے تلاوت فرمائی ہے اور تم ہر حصہ کے متعلق ایسا ثبوت پیش نہ کر سکو گے تو پھر قرآن پاک کی تلاوت بھی تمہارے نزدیک بدعت ٹھہرے گی۔ تو نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہارا مسلک دین اسلام کی تکذیب ہے۔ اگر تم مذکورہ بالا سوال کا یہ جواب دو کہ ہم ثابت کر سکتے ہیں کہ رات اور دن کے فلاں حصہ میں آنحضرت ﷺ نے درود وسلام پڑھا ہے اور وہ وقت نماز کی ادائیگی کا وقت ہے اور اس وقت میں آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام اور ائمہ مجتہدین نے درود وسلام پڑھا ہے اور ہم بھی اس وقت پڑھتے ہیں تو پھر بندہ تم پر کئی اور اعتراض کرے گا۔

اعتراض اول: تمہارے نزدیک صرف نماز میں درود وسلام جائز ہے اور اس کے سوا ناجائز اور بدعت ہے۔

اعتراض دوم: تمام محدثین اور مصنفین تمہارے نزدیک اہل بدعت ٹھہریں گے اور اس میں تمہارے خصوصی اکابر بھی داخل ہوں گے، کیونکہ حدیث کی ابتداء میں آنحضرت ﷺ کا نام پاک آتا ہے تو محدث آپ کے نام مبارک کے بعد درود پڑھتا ہے اور یہ وقت نماز کے علاوہ ہے۔ اسی طرح ہر مصنف اپنی کتاب کے خطبہ میں آنحضرت ﷺ پر درود وسلام پڑھتا ہے تو تم اس حدیث شریف کا مصداق بنو گے۔ ''لعن آخر الامة اولها''۔

اعتراض سوم: قرآن پاک میں جو وارد ہے، قولہ تعالیٰ:

''یاایھا الذین آمنوا صلوا علیہ'' الآیۃ۔

''اے ایمان والو! تم نبی ﷺ پر صلوٰۃ بھیجو۔''

تو آیت میں جو لفظ صَلُّوا ہے یہ امر تمہارے نزدیک نماز کے وقت کے ساتھ مقید ہوگا، حالانکہ یہ امر مطلق ہے کسی وقت کے ساتھ مقید نہیں ہے اور اصول فقہ کا قاعدہ ہے کہ مطلق کی تقیید نسخ ہے اور نسخ اگر قرآن کے ساتھ نہ ہو تو خبر متواتر یا کہ خبر مشہور سے ہوتا

ہے، حالانکہ تمہارے پاس خبر واحد بھی نہیں ہے، جس کا یہ معنی ہوا کہ سوائے نماز کے درود وسلام ناجائز اور بدعت ہے۔

کتنی حیرت کی بات ہے کہ تم لوگ اپنی رائے سے قرآن پاک کا نسخ کر رہے ہو۔ یہ خرابی اس سے پیدا ہوئی کہ تم نے یہ قاعدہ اختراع اور گھڑ لیا کہ جائز وہی کام ہے جو کہ آنحضرت ﷺ نے کیا ہے اور جو کام آپ ﷺ نے نہیں کیا — وہ ناجائز اور بدعت ہے۔

علامہ سعد الدین تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مطول میں فرمایا:

''مفاسد قلته التامل مما یضیق عن الاحاطة بهانطاق البیان''

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر آدمی سے کوئی غلطی ہو جائے تو اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ غلطی کا اعتراف کر لیا جائے، اگر وہ آدمی اپنی غلطی کو درست ثابت کرنے کیلئے تاویلات باطلہ کا سہارا لے گا تو ان گنت غلطیوں میں پڑ جائے گا۔

مقدمۂ ہشتم: یہ مقدمہ نہایت اہم ہے۔ قارئین سے غور کی اپیل ہے۔ اصول فقہ میں منسوخ کے چار اقسام بیان کئے گئے ہیں۔ چوتھی قسم کو نور الانوار اور اس کے متن منار میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

''ونسخ وصف فی الحکم بان ینسخ عمومه واطلاقه ویبقی اصله وذالک مثل الزیادة علی النص فانها نسخ عندنا وعند الشافعی تخصیص وبیان فلایجوز عندنا الا بالخبر المتواترا والمشهور کسائر النسخ وعنده یجوز بخبر الواحد والقیاس۔''

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ نسخ کی چوتھی قسم یہ ہے کہ ایک حکم عام اور مطلق تھا، اس کے عموم اور اطلاق کو نسخ کیا گیا اور اصل حکم باقی رہا اور اس کی مثال یہ ہے کہ نص پر زیادتی کی جائے اور یہ نص پر زیادتی احناف کے نزدیک نسخ ہے اور حضرت امام شافعی کے نزدیک یہ زیادتی نسخ نہیں بلکہ تخصیص اور بیان ہے، تو چونکہ احناف کے نزدیک نص پر زیادتی نسخ ہے اور نسخ اگر حدیث شریف سے ہو تو اس کے لئے ضروری ہے کہ حدیث متواتر ہو یا مشہور ہو تب نسخ ہوگا۔ لہٰذا احناف کے نزدیک یہ زیادتی اور نسخ صرف خبر متواتر یا خبر مشہور سے ہو

گی۔ خبر واحد سے نہیں ہوگی اور حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک چونکہ یہ زیادتی علی النص نسخ نہیں ہے، بلکہ تخصیص اور بیان ہے، لہٰذا دوسرے بیانوں کی طرح یہ زیادتی خبر واحد اور قیاس سے ہو سکے گی۔

خلاصہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی دونوں اس پر متفق ہیں کہ حکم عام اور حکم مطلق کی تخصیص اور تقیید کسی کے محض قول سے نہیں ہو سکے گی، بلکہ اس تقیید اور تخصیص کے لئے احناف کے نزدیک حدیث مشہور اور حدیث متواتر کی ضرورت ہوگی۔ اور امام شافعی کے نزدیک خبر واحد یا مجتہد کے قیاس کی ضرورت ہوگی۔ اسی مسئلہ کو کتاب حسامی میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

''والزیادۃ علی النص نسخ عندنا خلافا للشافعی لان بالزیادۃ یصیر اصل المشروع بعض الحق۔''

یعنی نص پر زیادتی احناف کے نزدیک نسخ ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نسخ نہیں ہے بلکہ تخصیص اور بیان ہے۔ احناف کی دلیل یہ ہے کہ نص پر زیادتی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے جو حکم اپنے بندوں کیلئے مشروع فرمایا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر حق ہے، یہ کہ بعض حق رہ جائے گا اور بعض ختم ہو جائے گا، اور اس بعض حق سے کل حق کا تحقق نہیں ہوا اور اللہ تعالیٰ کے حقوق میں تجزی اور تقسیم نہیں ہوتی۔

حسامی کے شروح میں اس کی مثال یہ دی گئی ہے کہ مثلاً اللہ تعالیٰ نے نماز فجر کے فرائض دو رکعت فرمائے ہیں۔ اب اگر کوئی آدمی صرف ایک رکعت نماز فجر پڑھتا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کے حقوق میں تجزی اور تقسیم لازم آئے گی جو کہ منع ہے اور ایک رکعت پڑھنے والے کے متعلق یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس نے نماز فجر ادا کی ہے جب تک کہ وہ ایک رکعت کے ساتھ دوسری رکعت نہ ملائے۔

اب بندہ نص پر زیادتی کی مثال بیان کرتا ہے جو کہ اصول فقہ میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قسم اور ظہار کے کفارہ میں یہ الفاظ فرمائے: ''فتحریر رقبۃ''۔ ''یعنی غلام آزاد کرنا'' اب یہ غلام مطلق اور عام ہے۔ اس میں مومن اور کافر دونوں داخل ہیں۔ اب

اللہ تعالیٰ کا حق یہ ہے کہ خواہ غلام مومن آزاد کرے یا غلام کافر، اب اگر کوئی یہ کہے کہ قسم اور ظہار کے کفارہ میں جس غلام کے آزاد کرنے کا ذکر ہے اس سے مراد صرف مومن غلام ہے نہ کہ مطلق غلام جو کہ کافر کو بھی شامل ہے تو اب اللہ تعالیٰ کے حقوق میں تجزی اور تقسیم لازم آئے گی اور اللہ تعالیٰ نے جو مطلق غلام ذکر فرمایا ہے اس سے بعض مراد ہوگا یعنی غلام مومن جو کہ مطلق غلام کا فرد اور بعض ہے۔ تو یہ نسخ ہے، لہٰذا اس تقیید کیلئے خبر متواتر یا خبر مشہور پیش کرنا ضروری ہوگا، خبر واحد اور قیاس اللہ تعالیٰ کے مطلق کی تقیید اور نسخ نہیں کر سکتی۔ حالانکہ کوئی خبر متواتر اور مشہور نہیں ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ قسم اور ظہار کے کفارہ میں جس غلام کو آزاد کرنے کا حکم ہے، اس غلام سے مراد مومن ہے۔

اسی مسئلہ کو اصول شاشی اور اس کے شروح میں اس طرح ذکر کیا گیا ہے:

''فالمطلق من کتاب اللہ تعالیٰ اذا امکن العمل باطلاقہ فالزیادۃ علیہ یعنی تقییدہ بخبر الواحد والقیاس لایجوز لان التقیید نسخ وصف الاطلاق والکتاب قطعی، فلایجوز نسخ اصلہ ووصفہ بماھو ظنی وانما سمی التقیید زیادۃ فی قولہ تعالیٰ '' فتحریر رقبۃٍ ''علی تقدیر مؤمنۃ وانما کان ھذا نسخاً ورفعاً لان موجب قولہ تعالیٰ '' فتحریر رقبۃٍ ''اجزاء الرقبۃ المؤمنۃ والکافرۃ فاذا قیدت بالایمان فقد نُسخت باجزاء الکافرۃ''

اس طویل عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی کتاب میں لفظ مطلق وارد ہو اور اس کے اطلاق پر عمل کرنا ممکن ہو تو اس مطلق پر تقیید کی زیادتی کرنی خبر واحد اور قیاس کے ساتھ جائز نہیں ہے۔ اور اس کی یہ وجہ ہے کہ مقید کرنے سے وصف اطلاق کی نسخ ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ کی کتاب قطعی ہے اور خبر واحد اور قیاس ظنی ہے۔ لہٰذا ان ہر دو سے نہ کتاب کا اصل منسوخ ہو سکتا ہے اور نہ اس اصل کی وصف۔ اس کے بعد یہ بیان کیا گیا ہے کہ مطلق کتاب اللہ کی تقیید کو زیادتی کہتے ہیں اور نسخ بھی، اس کی کیا وجہ ہے؟ تو فرمایا کہ اس تقیید کو زیادتی تو اس لئے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کفارۂ ظہار میں فرمایا: ''فتحریر رقبۃٍ'' تو جو شخص اس مطلق رقبۃ اور غلام کو ایمان کی وصف سے مقید کرتا ہے تو اس نے ایمان

کی وصف کو کتاب اللہ میں زیادہ کیا تو یہ نص پر زیادتی ہوئی، اس لئے تقیید کو زیادتی کہا جاتا ہے اور اس تقیید کو نسخ اس لئے کہا جاتا ہے کہ نسخ کا معنی رفع یعنی کسی چیز کو اٹھا لینا اور اس کو ختم کر دینا ہے تو اللہ تعالیٰ نے کفارہ ظہار میں مطلق رقبہ کا ذکر فرما کر یہ حکم دیا کہ اس کفارہ میں غلام مومن اور کافر ہر ایک کے آزاد کرنے سے کفارہ ادا ہو جاتا ہے، تو جو آدمی اس آیت مبارکہ میں ایمان کی قید لگاتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ کفارۂ مذکورہ میں کافر غلام کا آزاد کرنا جائز نہیں ہے اور اس سے کفارہ ادا نہیں ہوتا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے رقبہ کو مطلق ذکر فرما کر یہ حکم دیا کہ کافرہ کا آزاد کرنا بھی جائز ہے، تو جس نے ایمان کی قید لگائی اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کا نسخ کر دیا اور اسے اٹھا دیا اور ختم کر دیا۔ اس لئے اس تقیید کو نسخ کہا جاتا ہے۔

اب ان اصولی عبارات سے ثابت ہوا کہ مطلق کی تقیید احناف کے نزدیک زیادتی اور نسخ ہے۔ لہذا اس تقیید کیلئے خبر متواتر یا خبر مشہور کا ہونا ضروری ہے اور شوافع کے نزدیک یہ تقیید تخصیص اور بیان ہے۔ لہذا یہ تقیید خبر واحد اور قیاس سے بھی کی جاسکتی ہے۔

اب اگر اس پندرہویں صدی میں کوئی نام نہاد عالم دین اللہ تعالیٰ کے مطلق فرمان کی تقیید کرتا ہے اور نہ اس کے پاس خبر متواتر ہے اور نہ خبر مشہور اور نہ خبر واحد اور نہ کسی مجتہد کا قیاس تو یہ محض بے دینی اور قرآن پاک کی تحریف کے سوا اور کچھ نہیں ہے اور پھر انتہائی جہالت یہ ہے کہ جو مسلمان اللہ تعالیٰ کی مطلق نص سے استدلال پیش کرتا ہے اس کو وہ نام نہاد بدعت قرار دیتا ہے اور خود بغیر دلیل کے جو من مانی تقیید کرتا ہے اس کو نہایت ڈھٹائی سے دین اور سنت قرار دیتا ہے۔ یہ ہیں انقلابات زمانہ۔ شاید اسی کیلئے کسی نے کہا ہے:

خرد کا نام جنوں رکھ دیا اور جنوں کا نام خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

پھر یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ مطلق کو اس کے اطلاق پر چھوڑنا یہ حقیقت ہے اور اس کو مقید کرنا یہ مجاز ہے اور معمولی علم والا بھی جانتا ہے کہ حقیقت کیلئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ کسی معنی کا حقیقی ہونا ہی اس امر کی دلیل ہے کہ یہ معنی حقیقی مراد متکلم ہے۔ چنانچہ علماء نے حقیقی معنی کی یہ علامت بیان کی ہے کہ جو معنی بغیر کسی قرینہ کے مفہوم اور معلوم

ہوتا ہے وہ معنی حقیقی ہے۔ برخلاف مجاز کے کہ اس کے لئے قرینہ ضروری ہے، اس لئے ائمہ کا اس میں اتفاق ہے کہ مطلق کتاب اللہ کو مقید کرنا چونکہ مجاز ہے، لہذا اس کے لئے خبر متواتر یا خبر مشہور یا خبر واحد یا قیاس کا ہونا ضروری ہے۔ جیسا کہ احناف اور شوافع کے درمیان اختلاف کو ذکر کیا جا چکا ہے۔ کہ احناف کے نزدیک چونکہ مطلق کتاب اللہ کی تقیید نص پر زیادتی اور نسخ ہے، لہذا خبر متواتر یا خبر مشہور کا ہونا ضروری ہے اور شوافع کے نزدیک یہ تقیید تخصیص اور بیان ہے، لہذا کم از کم خبر واحد یا قیاس مجتہد ضروری ہے۔

اب بندہ یہاں چند مثالیں پیش کرتا ہے۔ پہلے وہ مثالیں پیش کرتا ہے کہ باوجود خبر واحد کے احناف مطلق کتاب کو مقید نہیں کرتے اور شوافع مقید کرتے ہیں۔

مثال اول: قرآن کریم میں ہے:" قولہ تعالیٰ:

وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ۝ "یعنی اللہ تعالیٰ کے قدیم گھر کا طواف کرو"

اس آیت میں طواف کو مطلق ذکر کیا گیا ہے وضو کی شرط کا ذکر نہیں۔ اب احناف کا مذہب یہ ہے کہ خواہ وضو ہو یا نہ ہو نفس طواف جائز ہے کیونکہ کسی خبر متواتر یا مشہور سے طواف کیلئے وضو کی شرط ثابت نہیں، پس طواف کیلئے وضو شرط کرنا نص پر زیادتی ہے اور یہ نسخ ہے اور نسخ کیلئے خبر متواتر یا مشہور کا ہونا ضروری ہے اور شوافع اپنے مذہب کے مطابق طواف مطلق کو وضو کے ساتھ مقید کرتے ہیں اور یہ تقیید خبر واحد سے کرتے ہیں۔ خبر واحد یہ ہے:

"قوله عليه السلام: الطواف حول البيت مثل الصلوة الا انكم تتكلمون فيه الحديث۔"

مطلب یہ ہے کہ بیت اللہ شریف کا طواف نماز کی مثل ہے۔ فرق یہ ہے کہ طواف میں باتیں کرنی جائز ہیں۔

تو شوافع نے کہا کہ چونکہ طواف نماز کی مثل ہے اور نماز کیلئے وضو شرط ہے، بغیر وضو نماز نہیں ہوتی۔ اسی طرح طواف کیلئے بھی وضو شرط ہے اور بغیر وضو طواف بھی نہیں ہوتا۔ احناف اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ مطلق کو مقید کرنا یہ زیادتی اور نسخ ہے اور جو حدیث شوافع نے پیش کی ہے یہ خبر واحد ہے۔ اس سے کتاب اللہ کے مطلق کی نسخ نہیں ہو سکتی، اس کے

لئے خبر متواتر یا مشہور ضروری ہے۔

مثال دوم: قرآن پاک میں ہے: قولہٗ تعالیٰ:

فاقرء وا ما تیسّر من القرآن ٥

یعنی قرآن پاک کا جو حصہ تم کو آسان معلوم ہو وہ پڑھو۔

اب احناف کے نزدیک مطلق قرآن پڑھنا نماز میں فرض اور رکن ہے کسی حصہ کو قرآن میں معین نہیں کیا گیا۔ شوافع کے نزدیک سورۃ فاتحہ کا پڑھنا نماز میں فرض ہے اس کے بغیر نماز درست نہیں اور شوافع کی دلیل ایک حدیث ہے جو کہ خبر واحد ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

قولہٗ علیہ السلام: لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب۔

یعنی بغیر فاتحہ شریف کے نماز نہیں ہوتی۔

احناف نے جواب دیا کہ قرآن میں مطلق قرآن (قرآن پڑھنے) کا ذکر ہے، فاتحہ کی کوئی تقیید نہیں ہے۔ اگر مطلق آیت قرآنی کو فاتحہ کے ساتھ مقید کیا جائے تو یہ نص پر زیادتی اور نص کے اطلاق کا نسخ ہے اور اس زیادتی اور نسخ کیلئے خبر متواتر یا مشہور کا ہونا ضروری ہے اور ایسی کوئی خبر نہیں ہے اور خبر واحد جو شوافع نے پیش کی ہے اس سے مطلق کتاب اللہ کا نسخ نہیں ہوسکتا۔ اس کی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں طوالت کے خوف سے صرف دو مثالوں پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

اب بندہ وہ مثالیں پیش کرتا ہے جہاں کتاب اللہ کے مطلق کو احناف بھی مقید کرتے ہیں لیکن خبر مشہور کے ساتھ:

مثال اول: قرآن پاک میں ہے:

قولہٗ تعالیٰ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم ٥ الآیۃ۔

اس آیت میں پاؤں کا دھونا مطلق ذکر کیا گیا ہے، یعنی خواہ موزے پہنے ہوں یا نہ، پاؤں کا دھونا فرض ہے۔

تو احناف نے بھی اس مطلق کو مقید کیا ہے۔ کہ یہ حکم اس وقت ہے جب موزے پہنے ہوں،

اگر موزے پہنے ہوں تو پاؤں کا دھونا فرض نہیں اور یہ تقیید حدیث مشہور سے کی گئی ہے کیونکہ مسح موزہ کی حدیث مشہور ہے۔ تقریباً ستر صحابہ نے اس حدیث کو روایت کیا اور بعض حفاظ حدیث نے اس حدیث کو متواتر کہا ہے۔

مثال دوم: کفارۂ قسم کے متعلق قرآن کریم میں ہے:

قولہٗ تعالیٰ: فمن لم یجد فصیام ثلثۃ ایام ٥

یعنی جس نے قسم کو توڑا اور دس مساکین کو نہ روٹی کھلانے کی طاقت رکھتا ہے اور نہ کپڑوں کی اور نہ غلام آزاد کرنے کی تو وہ تین دن روزے رکھے۔

اب آیت میں تین روزے مطلق کا ذکر ہے، خواہ پے در پے ہوں یا نہ، تو اس مطلق کو پے در پے کے ساتھ مقید کیا گیا ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت اس طرح ہے: ''فصیام ثلثۃ ایام متتابعاتٍ ٥'' یعنی پے در پے روزے رکھے اور یہ قرأت مشہور ہے اور اس سے قرآن پر زیادتی اور نسخ کیا جاسکتا ہے۔ اس جگہ بندہ نورالانوار کی عبارت نقل کرتا ہے جو کہ مسح موزہ کے متعلق ہے:

کزیادۃ مسح الخفین علی غسل الرجلین الثابت بالکتاب فان الکتاب یقتضی ان یکون الغسل ھو الوظیفۃ للرجلین سواء کان متخففا او ـــــ لا، والحدیث المشہور نسخ ھذا الاطلاق وقال انما الغسل اذا لم یکن لابس الخفین فالآن صار الغسل بعض الوظیفۃ ٥

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ نص پر زیادتی کی مثال جو کہ نسخ ہے اور خبر مشہور سے ثابت ہے، یہ ہے کہ قرآن میں پاؤں کو دھونے کا حکم ہے خواہ موزے پہنے ہوں یا نہ، اور یہ دھونا پورا حکم ہے۔ اب اس مطلق پر یہ زیادتی کی گئی کہ اگر موزے پہنے ہوں تو موزہ پر صرف مسح کرے تو یہ زیادتی خبر مشہور سے کی گئی اور وہ خبر مشہور مسح موزہ کی حدیث ہے تو اب اس حدیث سے پاؤں کا دھونا بعض حکم ہوا۔ صاحب نبراس نے بھی اسی قسم کی تقریر کی ہے جو کہ نورالانوار کی عبارت میں ذکر کی جاچکی ہے۔ اب نبراس کی عبارت ملاحظہ ہو:

المسح علی الخفین فی الحضر والسفر، لانہ وان کان زیادۃ علی

الکتاب لان مافی القرآن ھو غسل الرجلین مطلقاً من غیر تقیید بکونھما مجردین عن الخفین لکنه بالخبر المشھور والزیادة علی القرآن بالخبر المشھور جائز باجماع الاصولیین کوجوب الجماع فی تحلیل المطلقة ثلاثا بحدیث العسیلة مع ان المذکور فی القرآن "حتی تنکح زوجاً غیرہ" والنکاح حقیقة فی العقد علی المشھور وجوز الامام الشافعی الزیادة بالخبر الواحد ایضا، ولذا قال بان قرأة الفاتحة فریضة فی الصلوة لقوله علیه الصلوة "والسلام لاصلوة الابفاتحة الکتاب" مع ان الحق سبحانه قال "فاقرء واماتیسر من القرآن٥"

بندہ نے اس عبارت میں شرح عقائد اور حاشیہ نبراس کی کچھ عبارت بھی ذکر کی ہے۔اب مذکورہ بالا عربی عبارت کا مطلب ملاحظہ ہو۔

سفر اور حضر میں موزوں پر مسح کرنا احناف کے نزدیک کتاب اللہ پر زیادتی ہے کیونکہ قرآن میں پاؤں کا دھونا مطلقاً ذکر کیا گیا ہے اور یہ قید نہیں لگائی گئی کہ یہ دھونا اس وقت ہے کہ پاؤں موزوں سے خالی ہوں، لیکن یہ مسح والی زیادتی خبر مشہور سے کی گئی ہے اور تمام علماء اصول کا اس پر اجماع ہے کہ خبر مشہور کے ساتھ قرآن پر زیادتی جائز ہے اور اس زیادتی کی دوسری مثال یہ ہے کہ اگر عورت کو تین طلاقیں ہو جائیں تو قرآن میں صرف مطلق نکاح کا ذکر ہے کہ یہ عورت طلاق دہندہ پر اس وقت حلال ہوگی کہ کسی اور مرد کے ساتھ نکاح کرے اور نکاح کا معنی ایجاب اور قبول ہے، تو آیت میں مطلق نکاح کا ذکر ہے خواہ دوسرا مرد اس عورت کے ساتھ جماع کرے یا نہ، لیکن چونکہ حدیث مشہور سے ثابت ہے کہ جماع ضروری ہے اور بغیر جماع کے پہلے خاوند پر حلال نہیں ہو سکتی، لہذا قرآن میں مذکورہ مطلق نکاح کو جماع کے ساتھ مقید کیا گیا ہے اور یہ احناف کا مذہب ہے کہ قرآن کے مطلق کو صرف خبر متواتر اور مشہور سے ہی مقید کیا جا سکتا ہے اور خبر واحد سے تقیید جائز نہیں۔

البتہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مطلق کی تقیید خبر واحد سے بھی ہو سکتی ہے اور اس کی مثال یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے کہ قرآن کا جو حصہ تمہارے لئے آسان ہے

نماز میں اس حصہ کو پڑھو اور یہ حکم مطلق ہے کہ خواہ وہ حصۂ قرآن، سورۃ فاتحہ ہو یا کوئی۔

لیکن امام شافعی اس مطلق کی تقیید خبر واحد سے کرتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہو سکتی۔ تو امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قرآن میں جس پڑھنے کا ذکر ہے اس سے مراد سورۃ فاتحہ ہے۔ لہذا فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے اور چونکہ احناف کے نزدیک مطلق کتاب اللہ کی تقیید خبر واحد سے نہیں ہو سکتی، لہذا اگر فاتحہ کے بغیر قرآن کا کوئی حصہ پڑھ دیا جائے تو فرض ادا ہو جائے گا اور فاتحہ فرض نہیں ہے۔

بندہ نے اس مقدمۂ ہشتم میں مطلق کتاب اللہ اور اس کو مقید کرنے کی ذرا طویل بحث کی ہے کہ آجکل کے اہل حدیث یعنی اہل بدعت غیر مقلدین جن کو شتر بے مہار کہنا زیادہ مناسب اور انکے ہموا گلابی حضرات اللہ تعالیٰ کے خوف سے چونکہ عاری ہیں۔ اس لئے کتاب اللہ کی تفسیر اپنی رائے سے اور من مانی کر کے عوام کو گمراہ کرتے ہیں اور نت نئے شوشے چھوڑتے ہیں۔ لہذا انکو معلوم ہونا چاہیے کہ ائمہ مجتہدین نے قرآن فہمی کیلئے جو قواعد اور ضوابط مقرر فرمائے ہیں انکے مطابق جو تفسیر کی جائے گی وہی حق ہے اور اپنی رائے سے جو تفسیر کی جائے گی وہ تفسیر نہیں بلکہ تحریف اور تخریب ہے اور یہ تحریف انکو وراثت میں ملی ہے اپنے روحانی اباء و اجداد کی کو تو وہ پلے باندھ لیتے ہیں، لیکن ائمہ مجتہدین اور سلف صالحین نے جو تفسیر کا طریقہ بیان فرمایا ہے اس کے مطابق تفسیر قرآن کو بدعت قرار دیتے ہیں۔ اور پھر ان گلابی حضرات پر حیرت ہے کہ وہ زبانی کلامی تو کہتے ہیں کہ ہم امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مقلد ہیں، لیکن ان کے دل میں امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے قواعد کی تکذیب ہے اور یہ حاصل نفاق ہے۔ ان کو اپنے اس نامناسب رویہ پر غور کرنا چاہیے۔

اب اس ساری تحقیق سے یہ بات شمس و امس کی طرح واضح ہو گئی کہ کتاب اللہ کے مطلق کو احناف کے مذہب کے مطابق خبر متواتر یا خبر مشہور سے مقید کیا جائے گا اور حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب پر خبر واحد اور قیاس سے مقید کیا جائے گا۔ اور یہ اہل بدعت شتر بے مہار چونکہ قیاس کو دلیل نہیں مانتے، لہذا ان پر لازم ہے کہ تقیید کے لئے خبر متواتر یا مشہور یا خبر واحد پیش کریں اور جو آدمی اور نام نہاد عالم مذکورہ بالا اشیاء سے مطلق

کتاب اللہ کی تقیید نہیں کرتا بلکہ اپنی رائے سے تقیید کرتا ہے وہ محض معاند اور بے دین ہے۔

مقدمۂ نہم: قبل ازیں گزر چکا ہے کہ کتاب اللہ کے مطلق کو مقید کرنا احناف کے نزدیک کتاب پر زیادتی اور کتاب اللہ کو نسخ کرنا ہے، اس مقدمہ میں یہ بیان کرنا ہے کہ تقیید میں وہ کون سی چیز ہے؟ جس کو زیادہ کیا گیا ہے اور وہ کیا چیز ہے؟ جو کہ کتاب اللہ ہے اور اس کو نسخ کیا گیا ہے۔ کیونکہ تقیید میں جس شئی کا نسخ لازم آتا ہے وہ کتاب اللہ ہوتی ہے نہ کہ غیر کتاب۔

اللہ کا بندہ یہاں اس کو مثال سے واضح کرتا ہے، قرآن پاک میں کفارۂ ظہار اور کفارۂ قسم میں ''تحریر رقبة'' کا ذکر ہے۔ اور یہ رقبہ مطلق ہے خواہ مؤمنہ ہو یا کافرہ، جو بھی ہو اس کے آزاد کرنے سے کفارہ ادا ہو جاتا ہے۔ اب مؤمنہ اور کافرہ دونوں مطلق رقبہ کے لحاظ سے کتاب اللہ ہیں اور مطلق رقبہ ہر دو میں نص ہے تو معنی یہ ہوا کہ رقبۂ مؤمنہ اور کافرہ ہر دو نص اور کتاب اللہ سے ثابت ہیں کہ ہر ایک کے آزاد کرنے سے کفارہ ادا ہو جاتا ہے۔

اب امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس مطلق رقبہ سے مؤمنہ مراد ہے اور کافرہ کے آزاد کرنے سے کفارہ ادا نہیں ہوگا۔ اب یہاں امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب اللہ میں یہ زیادتی کی کہ کتاب اللہ سے یہ ثابت ہے کہ رقبۂ کافرہ کی تحریر کفارہ میں ناجائز ہے اور یہ کتاب اللہ ہے اور امام شافعی نے قیاس سے اس کتاب اللہ کو نسخ کیا اور یہ زیادتی کی کہ رقبۂ کافرہ کی تحریر کفارہ میں جائز نہیں ہے۔ اب رقبۂ کافرہ کی تحریر سے کفارہ کا ادا ہو جانا یہ کتاب اللہ اور نص ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو کہا کہ کافرہ کی تحریر جائز نہیں ہے۔ یہ زیادتی ہے کتاب اللہ پر، کیونکہ کتاب اللہ میں اس کا ذکر نہیں ہے اور یہ زیادتی کتاب اللہ کا نسخ ہے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو کفارۂ یمین اور ظہار میں مذکور رقبۂ مطلقہ کو مؤمنہ کے ساتھ مقید فرمایا ہے تو حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کفارۂ یمین اور ظہار کو کفارۂ قتل پر قیاس کر کے کفارۂ یمین اور ظہار میں مذکور مطلق رقبۂ کو مؤمنہ کے ساتھ مقید کرتے ہیں تو احناف نے یہ جواب دیا کہ نص سے ثابت ہے کہ کفارۂ یمین اور ظہار میں رقبۂ کافرہ بھی جائز ہے۔ اب رقبۃ کو مومنہ کے ساتھ قیاس سے مقید کرنا اور یہ کہنا کہ رقبۂ

کافرہ جائز نہیں ہے تو یہ عدم جواز کتاب اللہ پر زیادتی ہے اور اس سے نص کا نسخ لازم آئے گا اور وہ نص یہ ہے کہ رقبۂ کافرہ بھی کفارۂ یمین اور ظہار میں جائز ہے۔

اب اسکی دلیل ملاحظہ ہو: نور الانوار میں ہے:

وھھنا النص المطلق عن قيد الايمان موجود في كفارة اليمين والظهار فلا ينبغي ان تقاس على رقبة كفارة القتل و تقيد بالايمان مثلها كما فعله الشافعي لانه لايحتاج الى القياس مع وجود النص وهذا فيما يخالف القياس نص الفرع ٥

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ کفارۂ یمین اور ظہار میں نص مطلق ہے اور اس کے ساتھ ایمان کی قید نہیں ہے۔ یہاں نص مطلق سے مراد لفظ رقبۃ ہے کہ اس کے ساتھ ایمان کی قید نہیں ہے۔ لہٰذا اس مطلق رقبہ کو کفارۂ قتل کے رقبۃ پر قیاس کر کے اس کو ایمان کے ساتھ مقید کرنا درست نہیں ہے۔ جیسا امام شافعی نے کیا ہے۔

نور الانوار کے حاشیہ میں مذکورہ بالا عبارت کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے:

فان اطلاق الرقبة فی نص كفارة اليمين و الظهار يقتضي ان تكفي الرقبة الكافرة ايضاً فاذا قيست على كفارة القتل يلزم تقييد الرقبة بالمؤمنه، فيبطل موجب هذا النص المطلق و ابطال النص بالقياس باطل ٥

خلاصۂ عبارت یہ ہے کہ کفارۂ یمین اور ظہار کی نص میں جس مطلق رقبہ کا ذکر ہے اس مطلق کا مقتضی اور موجب یعنی جو اس مطلق رقبۃ سے ثابت ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ رقبۂ مومنہ اور کافرہ ہر دو ایک کفارہ میں کافی اور جائز ہیں۔ اور ہر ایک سے کفارہ ادا ہو جاتا ہے اور ہر ایک مطلق کا مدلول اور مقتضے ہے۔ اب اس مطلق رقبۃ کو اگر کفارۂ قتل پر قیاس کر کے اس کی تقیید مومنہ کے ساتھ کی جائے تو نص مطلق کا مقتضی باطل ہو جائے گا، یعنی نص مطلق کا مقتضی اور مدلول یہ تھا کہ ان ہر دو کفارہ میں رقبۂ کافرہ بھی کافی ہے۔ یہ باطل ہو جائے گا اور نص کو قیاس کے ساتھ باطل کرنا یہ خود فی نفسہ باطل ہے۔ لہٰذا اس قیاس سے نص باطل نہ ہوگی بلکہ نص اپنے اطلاق پر باقی رہے گی اور اس مطلق کی تمام تقییدات اس مطلق کا مقتضی

اور موجب اور مدلول ہوں گی۔

نورالانوار اور اس کے حاشیہ کی عبارات سے چند امور واضح ہوتے ہیں، غور فرمائیں:

امر اول: قرآن پاک میں جو کفارۂ یمین اور کفارۂ ظہار میں لفظ رقبہ مطلق ہے، یہ نص قرآنی ہے اور اس کے ہر دو فرد اور تقییدات یعنی رقبۂ مومنہ اور کافرہ مطلق کے مقتضے اور موجب اور مدلول ہیں اور یہ بھی نص ہیں اور نص سے ثابت ہیں۔

امر دوم: کتاب اللہ کا ہر مطلق اور اس کے تمام تقییدات بھی نص ہیں۔

امر سوم: مطلق کتاب کے تمام تقییدات چونکہ نص ہیں، لہذا کسی ایک تقیید کا انکار نص کا انکار ہے اور کسی تقیید کو بدعت کہنا پرلے درجہ کی بے دینی ہے۔

امر چہارم: کتاب اللہ کے مطلق کو مقید کرنا احناف کے نزدیک کتاب اللہ پر زیادتی اور یہ زیادتی ثابت کرنی باطل ہے، البتہ! امام شافعی خبر واحد اور قیاس سے اس زیادتی کے قائل ہیں۔

امر پنجم: کتاب اللہ کے مطلق کو اگر کوئی نام نہاد عالم دین خبر متواتر خبر مشہور اور خبر واحد اور قیاس مجتہد سے مقید نہیں کرتا، بلکہ صرف اپنی رائے سے مقید کرتا ہے تو یہ اہل بدعت اور بے دین ہے۔

امر ششم: کتاب اللہ کے مطلق کو مقید کرنا احناف کے نزدیک جو زیادتی علی النص ہے اور یہ کتاب اللہ کا نسخ ہے تو یہاں زیادتی جو کہ ناسخ ہے اور منسوخ جو کہ کتاب اللہ ان کے درمیان فرق معلوم کرنا ضروری ہے اور یہ فرق بندہ قبل ازیں بیان کر چکا ہے کہ مطلق رقبۃ کے دو فرد ہیں مومن اور کافر، تو مطلق کا مقتضے یہ ہے کہ کفارہ میں رقبۂ کافرہ بھی کافی ہے اور یہ کتاب اللہ ہے اور اگر اس مطلق رقبہ کو مومنہ کے ساتھ مقید کیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ کافرہ کافی اور جائز نہیں ہے یہ عدم جواز کافرہ زیادتی ہے اور ناسخ ہے، اس سے رقبۂ کافرہ کا کافی ہونا جو کہ مطلق سے ثابت ہے، منسوخ ہوجائے گا۔

مقدمۂ دہم: عام طور پر جو فعل یا کام مکروہ یا حرام اور ناجائز ہوتا ہے، اسکی چند وجوہ ہوتی ہیں۔

وجہ اول: وہ کام فی نفسہ مکروہ اور حرام اور ناجائز ہے مثلاً چوری اور زنا۔

وجہ دوم: وہ کام فی نفسہ ناجائز نہیں ہے بلکہ نیکی اور عبادت ہے لیکن جس جگہ اور مکان میں وہ کام اور نیکی کی جارہی ہے وہ جگہ اچھی نہیں ہے، بلکہ خراب ہے، اس لئے وہ کام ناجائز ہے جیسے پلید جگہ پر نماز پڑھنا۔

وجہ سوم: وہ فعل تو نیکی اور عبادت ہے لیکن جس وقت میں کیا جارہا ہے وہ وقت اچھا نہیں ہے، جیسے طلوع وغروب اور زوال کے وقت نماز پڑھنا، یہ اس لئے منع ہے کہ وقت خراب ہے اور شیطان کی عبادت کا وقت ہے۔

وجہ چہارم: وہ فعل نیکی اور عبادت ہے اور وقت میں بھی کوئی خرابی نہیں ہے لیکن فاعل کی وجہ سے فعل میں کراہت اور حرمت پیدا ہوگئی، مثلاً فاعل بے وضو یا جنبی ہے، یا کہ اس کے کپڑے پلید ہیں اور عبادت ایسی ہے کہ اس کے لئے بدن اور کپڑوں کی طہارت ضروری ہے اور اسی قسم کے اور بھی کئی اقسام ہوسکتے ہیں۔

بندہ کو احساس ہے کہ تمہیدی مقدمات طویل ہوگئے ہیں، بندہ مجبور ہے بغیر ان مقدمات کے اصل مسئلہ کی تحقیق مشکل ہے، بندہ کا مقصد یہ ہے کہ منکرین درود وسلام کے تمام دروازے بند کردیئے جائیں، تاکہ ان کے فرار کا کوئی راستہ باقی نہ رہے۔ اب تک دس مقدمات ذکر ہوچکے ہیں اور انہیں پر اکتفا کیا جاتا ہے "تلک عشرة کاملة"۔

اب بندہ اصل مقصد بیان کرتا ہے۔ کہ بحث اس میں ہے کہ اذان سے قبل اور بعد درود وسلام پڑھنا جائز اور مستحسن ہے یا نہ۔ بندہ اس پر چند دلائل ذکر کرتا ہے، سب دلائل سے پہلے قرآن پاک کی دلیل نقل کی جاتی ہے اور بندہ چونکہ شتر بے مہار اور بے لگام نہیں ہے۔ لہذا جو دلیل بھی عرض کرے گا اس کی بناء عام طور پر ائمہ مجتہدین کے اصول پر ہوگی جو انہوں نے فہم قرآن اور حدیث کیلئے مقرر فرمائے ہیں، خصوصاً ان قواعد کی پابندی کی جائے گی جو کہ امام ہمام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقرر فرمائے ہیں۔

دلیل اول: قرآن پاک میں ہے: قولہ تعالیٰ:

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ

وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًاo

آیت شریف کا خلاصہ اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے، نبی غیب بتانے والے پر درود پڑھتے ہیں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اے وہ لوگو! جو ایمان لائے تم اس پر درود پڑھو اور سلام۔

اس آیت مبارکہ میں صلوٰۃ کا ذکر دو دفعہ آیا ہے اور سلام کا ذکر ایک دفعہ۔ پہلے صلوٰۃ کے متعلق یہ ذکر ہے کہ یہ عمل اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ہمیشہ کرتے ہیں۔ اس میں امر ترغیبی ہے کہ ایمان والوں کو بھی وہ کام اور ذکر کرنا چاہے جسے اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے کرتے ہیں۔ اور یہ صرف اچھا کام ہی نہیں بلکہ بہت ہی اچھا ہے اور اس ذکر کو یصلون مضارع کے صیغہ سے بیان کیا گیا ہے جو کہ دوام اور استمرار پر دلالت کرتا ہے، یہ صیغہ ''یصلون،، مطلق ہے، وقت کی کوئی تقیید نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے کس وقت درود پڑھتے ہیں؟ تو معلوم ہوا کہ ہر وقت پڑھتے ہیں اور اذان سے قبل اور اذان کے بعد کے اوقات بھی اس میں داخل ہیں۔

مزید برآں یہ مضارع دوام واستمرار پر دلالت کرتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ہر وقت درود شریف پڑھتے ہیں۔ اور اس ہر وقت میں اذان سے پہلے اور بعد کا وقت بھی داخل ہے یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ان ہر دو وقت میں بھی درود پڑھتے ہیں اور چونکہ مومنوں کو درود شریف کی ترغیب دی گئی ہے کہ تم بھی اسی طرح درود پڑھو، تو اب مومنین یہ اتباع اسی وقت کر سکتے ہیں کہ وہ بھی ہر فارغ وقت میں درود پڑھیں اور ان فارغ اوقات میں اذان سے پہلے اور بعد کا وقت بھی داخل ہے۔ اب اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کی پوری اتباع تب ہی ہوگی کہ ایمان والے قبل از اذان اور بعد از اذان بھی درود شریف پڑھیں۔ تو ثابت ہوا کہ اذان سے پہلے اور بعد درود شریف پڑھنا سنت الٰہیہ اور سنت ملائکہ ہے اور ان اوقات میں درود شریف پڑھنا اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کی اتباع ہے۔ اب اگر کوئی نام نہاد عالم کٹر ہو یا کہ گلابی، یہ کہے کہ اذان سے پہلے اور بعد درود شریف پڑھنا بدعت ہے تو اس سے دو گستاخیاں سرزد ہوئیں۔

اول: یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کی اتباع کو اس نے بدعت قرار دیا۔

دوم: یہ کہ چونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے سلام اللہ علیہم ہمیشہ درود شریف بھیجتے ہیں اور اذان سے قبل اور بعد کا وقت بھی اس ہمیشہ میں داخل ہے، لہٰذا ان نام نہادوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کے ذکر درود کو بھی بدعت قرار دیا اور کوئی ایماندار ان ہر دو گستاخیوں کی جرأت نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ ترغیب صرف ایمانداروں کو دی ہے، نہ کہ ان کو جن کے اندر بدعات نے ڈیرہ جما رکھا ہے۔

یہ تو بدعت کہنے والوں کی دو گستاخیاں ہیں۔ اور نیز ان کا یہ کہنا کہ یونہی درود پڑھنا جائز ہے، لیکن قبل از اذان اور بعد از اذان پڑھنا بدعت ہے اور اس سے دو خرابیاں لازم آئیں گی۔

خرابی اول: یہ کہ بندہ ذکر کر چکا ہے کہ اذان سے قبل اور بعد درود شریف پڑھنا سنت الٰہیہ اور سنت ملائکہ ہے اور اگر ایماندار ان ہر دو اوقات میں درود شریف پڑھیں گے تو اس میں اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی اتباع ہے تو جو کٹر اور گلابی اس اتباع کو بدعت قرار دیتا ہے ہم اس سے پوچھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ تو اس اتباع کو بدعت نہیں فرما سکتے، اگر تمہارے پاس کوئی دلیل ہے تو پیش کرو: ''ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین'' اور نیز آنحضرت ﷺ تو اللہ تعالیٰ کی اتباع فرماتے ہیں اور فرشتوں کے افعال کو پسند فرماتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ہماری نماز فرشتوں کے افعال کا مجموعہ ہے، اب اس اتباع خداوندی کو بدعت کہنے والے کس کی اتباع کرتے ہیں؟ البتہ! شیطان اس اتباع کو بدعت کہہ سکتا ہے تو یہ نام نہاد شیطان کی اتباع کر رہے ہیں۔ جو کہ ایمانداروں کے نزدیک بہت بڑی خرابی ہے۔ البتہ! یہ نام نہاد اس کو مستحسن قرار دے سکتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے صلوٰۃ کی ترغیب ایمانداروں کو دی ہے۔

خرابی دوم: جو نام نہاد درود شریف کو اذان سے قبل اور بعد بدعت قرار دیتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فرمان یصلون میں تقیید کرتا ہے اور اس کے نزدیک یصلون کا معنی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے یوں تو ہر وقت درود پڑھتے ہیں لیکن اذان سے قبل اور بعد درود

شریف نہیں پڑھتے اور یہ کتاب اللہ کے مطلق کی تقیید ہے اور تمہیدی مقدمات میں گزر چکا ہے کہ کتاب کے مطلق میں تقیید کرنے میں دو مذہب ہیں۔

پہلا مذہب: احناف کے نزدیک یہ تقیید نص پر زیادتی اور نسخ ہے اور اس کے لئے خبر متواتر اور خبر مشہور کی ضرورت ہے جو کہ ان منکرین کے پاس نہیں ہے، اگر ہے تو پیش کریں۔

دوسرا مذہب: اس بارے میں حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ ان کے نزدیک مطلق کتاب اللہ کی تقیید نسخ نہیں ہے، بلکہ تخصیص اور بیان ہے اور ان کے نزدیک تقیید کیلئے خبر واحد اور قیاس مجتہد ضروری ہے اور ان منکرین درود وسلام کے پاس نہ خبر واحد ہے اور نہ کسی مجتہد کا قیاس کہ قبل از اذان اور بعد از اذان درود وسلام منع اور بدعت ہے۔ تو اب یہ نام نہاد علماء کٹر بے مہار ہوں یا گلابی۔ کتاب اللہ میں تقیید صرف اپنی رائے سے کرتے ہیں جو کہ مذموم ترین ہے اور یہ خرابی دوم ہے۔

بندہ نے دلیل اول کی ابتداء میں یہ آیت مبارکہ ذکر کی ہے۔

قولہٗ تعالیٰ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ۝ الآیۃ

''بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر صلوۃ بھیجتے ہیں۔''

اور اس کے بعد ذکر کیا ہے کہ اس آیت میں صلوٰۃ کا ذکر دو دفعہ ہے۔ اول: ''یُصَلُّوْنَ'' کے ضمن میں اور دوسرا ''صلوا'' کے ضمن میں یعنی اول خبر کے ضمن میں اور دوم انشاء کے ضمن میں۔ لیکن سلام کا ذکر صرف انشاء کے طور پر ہے۔ یعنی سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔

اس سے معلوم ہوا کہ صلوۃ کا پڑھنا ایمانداروں کیلئے زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ یہاں تک بندہ نے یُصَلُّوْنَ سے استدلال کیا ہے کہ یہ مطلق اور عام ہے۔ کسی وقت کے ساتھ مقید نہیں ہے۔ تو صلوٰۃ کا پڑھنا تمام اوقات میں نص سے ثابت ہے اور ان اوقات میں اذان سے قبل اور بعد کے وقت بھی داخل ہیں۔ اب اگر کوئی اس آیت میں وقت کی تقیید کا دعویٰ کرتا ہے تو یہ کتاب اللہ پر زیادتی اور نسخ ہے۔ جس کے لئے خبر متواتر اور مشہور کی ضرورت ہے جو کہ منکرین کے پاس نہیں ہے۔

اب بندہ صَلُّوْا پر بحث کرتا ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو درود

پڑھنے کا امر اور حکم فرمایا ہے اور امر میں اصل وجوب ہے تو اس صیغہ امر کو بھی اللہ تعالیٰ نے مطلق ذکر فرمایا ہے۔ اور کسی وقت کے ساتھ مقید نہیں فرمایا تو معنی یہ ہوا کہ تمام فارغ اوقات میں درود شریف پڑھو تو اذان سے قبل اور بعد کے وقت بھی اس امر کے اوقات میں داخل ہیں۔ لہذا قبل از اذان اور بعد از اذان درود شریف پڑھنے والا اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتا ہے۔ اور نص پر عمل کرتا ہے۔ اب جو نام نہاد مسلمان یہ کہتا ہے کہ ان دو اوقات میں درود پڑھنا بدعت ہے تو یہ کتاب اللہ کے مطلق کو مقید کرتا ہے۔ یہ کتاب اللہ پر زیادتی اور کتاب اللہ کا نسخ ہے۔

لہذا اس بدعت کہنے والے مبتدع سے اہل ایمان خبر متواتر اور مشہور کا مطالبہ کرتے ہیں، جو یہ مطالبہ پورا نہیں کرسکتا۔ یہاں یہ جاننا ضروری ہے کہ اذان سے قبل اور بعد جو اہل ایمان درود پڑھتے ہیں، ان کی دلیل یہی اللہ تعالیٰ کا مطلق امر اور فرمان ہے۔ ان سے کسی اور دلیل کا مطالبہ نہیں کیا جاسکتا اور دلیل کا مطالبہ وہی کرے گا جو منکر قرآن ہے، البتہ! جو منکر یہ کہتا ہے کہ اذان سے قبل اور بعد درود پڑھنا بدعت ہے۔ اس سے ہم اہل ایمان ایسی دلیل کا مطالبہ کریں گے جس میں اذان سے قبل اور بعد درود شریف پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔ اور اس دلیل کیلئے ضروری ہے کہ وہ خبر متواتر یا مشہور ہو اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مطلق اپنی جمیع تقییدات میں حقیقت ہے اور حقیقت کے ساتھ استدلال لانے والے سے کسی اور دلیل کا مطالبہ نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ اس معنی کا حقیقی ہونا ہی اس کی دلیل ہے۔

البتہ! جو آدمی مطلق میں تقیید کرتا ہے۔ اس سے خبر متواتر اور خبر مشہور کا مطالبہ کیا جائے گا۔ جیسا کہ تمہیدی مقدمات میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

اب بندہ یہاں بھی ایک خاص چیز بیان کرتا ہے اور وہ یہ کہ ایماندار قبل از اذان اور بعد از اذان درود شریف پڑھتا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کے امر اور حکم کی تعمیل کرتا ہے، کیونکہ قبل اذان اور بعد اذان کے اوقات مطلق امر کے اوقات میں داخل ہیں اور جو نام نہاد اس کو بدعت کہتا ہے، وہ متعدد قبائح کا ارتکاب کرتا ہے۔

قبح اول: مومن وہ ہے جو مطلق کے تمام اوقات میں درود شریف پڑھتا ہے۔ بشمول قبل

اذان اور بعد اذان تو جو نام نہاد اس سے منع کرتا ہے، وہ مومن نہیں ہے۔

قبح دوم: اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے کو بدعت کہتا ہے جو کہ مذموم ہے۔

قبح سوم: جب اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے کو بدعت کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے مقابل تو شیطان ہے، تو لازم آئے گا کہ اس منکر کے نزدیک شیطان کے حکم پر عمل کرنا سنت ہے۔

قبح چہارم: اس منکر کے نزدیک نعوذ باللہ، اللہ تعالیٰ نے بدعت پر عمل کرنے کا حکم فرمایا ہے، ثم نعوذ باللہ۔

واضح ہو کہ بندہ نے جو اذان سے قبل اور بعد درود شریف پڑھنے پر دلیل اول نقل کی ہے یعنی قولہٗ تعالیٰ " اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ " الآیۃ، یہ دلیل بمنزلہ دو دلیل کے ہے۔ کیونکہ بندہ نے ایک استدلال "یُصَلُّوْن" سے پیش کیا ہے۔ کہ یہ مطلق ہے۔ جمیع اوقات کو شامل ہے اور متنازعہ فیہ اوقات اس میں داخل ہیں، یہ مطلق کسی خاص وقت کے ساتھ مختص نہیں ہے۔ اور استدلال دوم "صَلُّوْا" سے ہے اور یہ بھی اوقات کے لحاظ سے مطلق ہے اور تمام فارغ اوقات کو شامل ہے۔ بشمول متنازعہ فیہ اوقات کے۔

اب صلوٰۃ کے بعد بندہ سلام پر مختصر بحث کرتا ہے کیونکہ صلوٰۃ پر جتنی بحث کی گئی ہے وہ سلام میں بھی جاری ہوگی، مختصر یہ کہ جیسا اللہ تعالیٰ نے ایمانداروں کو صلوٰۃ کا حکم بصیغہ امر فرمایا ہے، اسی طرح سلام کا بھی حکم ہے یعنی "سَلِّمُوْا" اور یہ امر بھی مطلق ہے۔ جمیع اوقات کو شامل ہے۔ اور اذان سے قبل اور بعد کے اوقات بھی اس میں شامل ہیں تو یہ مطلق تمام اوقات میں نص ہے۔ اب جو معاند یہ کہتا ہے کہ اذان سے قبل اور بعد کے اوقات اس امر میں داخل نہیں ہیں تو وہ کتاب اللہ کے مطلق کی نسخ اپنی رائے سے کرتا ہے جو کسی مسلمان کا طریقہ نہیں ہے۔ تو اب اس آیت مبارکہ سے ثابت ہو گیا کہ اذان سے قبل اور بعد درود و سلام صرف جائز ہی نہیں، بلکہ مامور بہ ہیں اور ان کو بدعت اور ناجائز کہنے والا مومنوں کے طریقہ پر نہیں ہے اور اس آیت کی وعید میں داخل ہے:

قولہٗ تعالیٰ "ومن يشاقق الرسول من بعد ماتبيّن له الهدى ويتبع غير سبيل المومنين نوله ماتولّٰى ونصله جهنم ۝ الآیۃ۔ (النساء: ۱۱۵/۴)

اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے تو ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے۔ (ترجمہ کنز الایمان)

اب بندہ یہاں ان منکرین سے ایک سوال کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو آیت مبارکہ میں "یُصَلُّوْن" فرمایا ہے اور اس کے بعد "صَلُّوْا" فرمایا اور پھر "سَلِّمُوْا" ذکر کیا تو تم بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے کس وقت درود پڑھتے ہیں؟ اور اللہ تعالیٰ نے جو ہم کو درود و سلام کا حکم دیا ہے تو کس وقت میں؟ اور اللہ تعالیٰ کی مراد اس سے کون سا وقت ہے؟ ان نادانوں کو یہ پتہ نہیں ہے کہ ان کے مذہب غیر مہذب میں اس آیت کا یہ معنیٰ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اذان سے قبل اور اذان کے بعد درود نہیں پڑھتے، بلکہ اس کے سوا اور اوقات میں پڑھتے ہیں اور ہم کو یہ حکم ہے کہ اذان سے قبل اور بعد درود و سلام نہ پڑھو، بلکہ اس کے سوا اور اوقات میں پڑھو، یہ نام نہاد اگر غور کریں تو ان کو پتہ چلے گا کہ قرآن پاک کا ایسا معنیٰ کرنا محض بے دینی ہے۔

بلکہ طرفہ یہ ہے کہ اگر ان دو اوقات کے بغیر کوئی ایماندار درود و سلام پڑھتا ہے تو یہ نام نہاد اس کو بھی بدعت قرار دیں گے اور دلیل یہ دیں گے کہ آنحضرت ﷺ نے اس وقت درود و سلام نہیں پڑھا تو اس سے قرآن پاک کی تکذیب لازم آئے گی۔ نعوذ باللہ من ہٰذہ الخرافات اور یہ مذکورہ بالا اعتراض ان ایمانداروں پر نہیں ہوگا جو کہ اذان سے قبل اور بعد درود و سلام پڑھتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک آیت مبارکہ کا یہ معنی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ہر وقت درود پڑھتے ہیں اور ہم کو حکم ہے کہ ہر وقت درود و سلام پڑھو اور اذان سے قبل اور بعد کے اوقات بھی ان وقتوں میں داخل ہیں۔ لہٰذا ہم ایماندار ان وقتوں میں بھی پڑھتے ہیں اور ان وقتوں میں بھی ہم کو درود و سلام کا حکم ہے۔

اب بندہ دلیل اول کا خلاصہ بیان کرتا ہے جو کہ قائم مقام دو دلیل کے ہے۔ اور یہ خلاصہ بھی سوال کی صورت میں ہے کہ رب العزت جل شانہٗ نے جو "یُصَلُّوْن" اور "صَلُّوْا" اور "سَلِّمُوْا" فرمایا ہے، یہ صلوٰۃ و سلام اوقات سے خالی تو ہو نہیں سکتے، اب ہم

ایماندار ان منکرین درود وسلام سے پوچھتے ہیں کہ اذان سے قبل اور بعد کے اوقات بھی ان تینوں افعال کے اوقات میں داخل ہیں یا نہ، اگر داخل ہیں تو ان میں درود وسلام پڑھنا سنت الٰہیہ اور سنت ملائکہ ہوئی اور ہم کو ان اوقات میں بھی پڑھنے کا حکم ہے تو پھر تمہارا بدعت کہنا لغو ٹھہرا اور اگر یہ دو اوقات متنازعہ فیہ افعال کے اوقات میں داخل نہیں؟ تو تم نے کتاب اللہ کے اطلاق کا نسخ کیا، لہذا اس کے لئے ضروری ہے کہ کوئی خبر متواتر یا مشہور پیش کی جائے، محض کسی کی رائے سے نسخ نہیں ہوسکتا۔

بندہ نے اس دلیل اول سے اذان سے پہلے اور بعد درود وسلام پڑھنا نص قطعی سے ثابت کیا ہے۔ اب دلیل دوم ملاحظہ ہو۔

دلیل دوم: قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام: عن عبداللہ بن عمرو بن العاص ؓ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل مایقول ثم صلّوا علیّ فانہ من صلّٰی علیّ صلوٰۃً صلی اللہ علیہ بہا عشراً ثم سلوا اللہ لی الوسیلۃ فانہا منزلۃ فی الجنۃ لاینبغی الا لعبدٍ من عباداللہ وارجو ان اکونَ انا ھو فمن سَألَ لی الوسیلۃ حلّتْ علیہ الشفاعۃ (رواہ مسلم)

خلاصہ حدیث شریف یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جس وقت تم اذان سنو تو موذن کی طرح تم بھی اذان کے کلمات کہو اس کے بعد مجھ پر درود پڑھو اس لئے کہ جو مسلمان مجھ پر درود پڑھتا ہے ایک دفعہ، اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس پر دس دفعہ رحمت کرتا ہے اس کے بعد میرے لئے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ کا سوال کرو، کیونکہ وہ وسیلہ جنت میں ایک مرتبہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے خصوصی بندگان سے صرف ایک بندے کیلئے ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہوں۔ پس جو آدمی میرے لئے وسیلہ کا سوال کرتا ہے میری شفاعت اس پر حلال ہے۔

اوپر گزر چکا ہے، حدیث شریف مسلم شریف کی جو کہ صحیحین سے ہے۔ اب اس حدیث شریف کے دو حصہ ہیں۔ حصہ اول میں تصریح ہے کہ اذان کے بعد دعاء وسیلہ سے پہلے آنحضرت ﷺ پر درود پڑھو اور اس کے بعد دعائے وسیلہ پڑھو اور اس کی وجہ یہ ہے کہ

دعاء سے پہلے اگر درود پڑھا جائے تو دعاء کی قبولیت زیادہ ہے۔ اور چونکہ دعائے وسیلہ موذن اور اذان سننے والے دونوں پڑھتے ہیں۔ لہذا درود شریف بھی دونوں پر پڑھنا لازم ہے، تاکہ دونوں کی دعاء وسیلہ شرف اجابت حاصل کرے۔

اب بندہ منکرین بلکہ معاندین درود وسلام سے سوال کرتا ہے، تمہاری عادت ہے کہ ہر جزئی اور خصوصی مسئلہ کیلئے دلیل بھی جزئی اور خصوصی کا مطالبہ کرتے ہو۔ اب حدیث تو خصوصی طور پر ثابت کرتی ہے کہ اذان کے بعد آنحضرت ﷺ نے درود شریف کا امر اور حکم فرمایا ہے، جس کا اصل وجوب ہے، ہم اہل سنت تو اس حدیث کے مطابق علی الاعلان بذریعہ سپیکر عمل کرتے ہیں۔ اگر تمہارا آنحضرت ﷺ اور درود شریف کے ساتھ ایمان ہوتا تو تم بھی اذان کے بعد ہمیشہ درود شریف پڑھتے اور اپنے امیوں اور معتقدین کو اس کی تلقین کرتے، تم اپنے سینہ پر ہاتھ رکھ کر بتاؤ کہ کبھی تم نے خود اور تمہارے حواریوں نے بعد اذان درود شریف پڑھا ہے اور اپنے خطبات میں اس کی تبلیغ کی ہے اور طرفہ یہ ہے کہ تم اور تمہارے بیرونی نام نہاد رابطہ اسلامی والے، اس درود شریف کو بدعت کہتے ہیں، کیا تمہارے نزدیک بدعت کی تعریف یہی ہے کہ جس کا امر اور حکم اللہ تعالیٰ جل شانہٗ اور اس کے حبیب ﷺ نے کیا ہے؟ وہ بدعت ہے؟ اور سنت وہ ہے جس کا حکم تمہارے بیرونی شیاطین اپنی ذریت کو کرتے ہیں، تمہارے بچارے عوام کی تو یہ حالت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اس بیان میں فرمایا ہے:

قولہٗ تعالیٰ "ومنہم امیون لایعلمون الکتاب الا امانیّ"۔

ایک حدیث شریف میں ہے کہ سرور دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت یہودیوں کی مانند ہو جائے گی۔ مخبر صادق ﷺ کی خبر کا مصداق یہی شر ذمہ قلیلہ ہے۔ یہود بھی تورات شریف کی ان آیات کو اپنے عوام سے چھپاتے تھے، جن میں آنحضرت ﷺ کی عزت اور شرافت کی تصریح ہوتی، آج کل کے منکرین درود وسلام کا بھی یہی وطیرہ ہے۔ انہوں نے کبھی مسلم شریف کی مذکورہ بالا حدیث پر نہ خود عمل کیا اور نہ ہی عوام کو اس پر عمل کی تبلیغ کی بلکہ اس حدیث شریف کو عوام سے چھپائے رکھا ہے اور خود بھی اس حدیث شریف

سے جاہل اور دعویٰ حدیث کی مہارت کا ہے۔ تا آنکہ اپنے ایک نام نہاد کو حافظ الحدیث کہتے ہیں۔ اس حافظ نے بھی انکو مذکورہ بالا حدیث کبھی بیان نہیں کی، بلکہ اس کو چھپا کر رکھا ہے تاکہ لوگ آنحضرت ﷺ کی طرف احترام کے طور پر رجوع نہ کریں۔

یہاں تک حدیث مسلم شریف کے پہلے حصہ کا بیان ذکر کیا گیا ہے۔ اب حصہ دوم کی وضاحت ملاحظہ ہو۔ حصہ دوم ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے:

فانه من صلى علىّ صلوٰةً صلى الله عليه بها عشراً۔

اس کا خلاصہ ترجمہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے۔ یہاں اس کے متعلق یہ ذکر کرنا ہے کہ یہ الفاظ کیوں زیادہ کیے گئے ہیں، اس کی دو وجہ ہو سکتی ہیں۔

وجہ اول: کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کا یہ طریقہ ہے کہ نیک اعمال کے بعد ان کا ثواب اور برے اعمال کے بعد ان کی سزا ذکر کی جاتی ہے چونکہ حدیث شریف کے حصۂ اول میں حکم کیا گیا ہے کہ اذان کے بعد درود شریف پڑھو چونکہ یہ نیک کام اور عبادت تھا، لہذا اس کا ثواب ذکر کیا گیا۔ اب یہ ثواب صرف اس آدمی کیلئے ہوگا جس نے اذان کے بعد درود شریف پڑھا۔

وجہ دوم: چونکہ حدیث شریف میں لفظ ''مَن'' ہے اور لفظ ''صلی'' مطلق ہے، کسی وقت کے ساتھ مقید نہیں ہے، لہذا حدیث شریف کا معنی یہ ہوگا کہ جو آدمی کسی وقت میں آنحضرت ﷺ پر درود پڑھتا ہے، اس کے لئے یہ ثواب ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی دس رحمتیں ہیں۔ اب اس میں اذان سے قبل اور بعد اور اس کے بغیر اوقات سب اس میں داخل ہیں۔ اور ان سب اوقات میں درود پڑھنے والے کو یہ ثواب حاصل ہوتا ہے۔ ان عام اور مطلق الفاظ سے اذان سے قبل اور بعد درود شریف پڑھنا اس حدیث سے ثابت ہو گیا، اور یہ ثواب صرف اس کے لئے نہیں ہے جس نے اذان کے بعد درود شریف پڑھا، کیونکہ اگر یہ مراد ہوتا تو الفاظ عام اور مطلق ذکر نہ کیے جاتے بلکہ ''صلّی'' کو بعد الاذان کے ساتھ مقید کیا جاتا اور حدیث شریف کے الفاظ اس طرح ہوتے: ''من صلّى علىّ صلوٰة بعد الاذان''۔

نیز مطلق کو کسی خاص وقت کے ساتھ مقید کرنا یہ نسخ ہے اور حدیث کی نسخ یا تو قرآن سے ہوتی ہے یا اسی قسم اور مرتبہ کی حدیث سے جس کا یہ معنی ہو کہ صرف اذان کے بعد درود پڑھنا جائز ہے اور اس کا یہ ثواب ہے اور اگر اذان سے پہلے یا دوسرے اوقات میں درود شریف پڑھا جائے تو یہ ناجائز ہے اور اس کا یہ ثواب نہیں ہے۔ حالانکہ ایسی کوئی آیت اور حدیث نہیں ہے۔ بندہ منکرین درود و سلام سے گزارش کرتا ہے کہ وہ کچھ عقل سے کام لیں کہ جو درود شریف کے متعلق عام اور مطلق احادیث ہیں ان سب میں آپ کو یہ تخصیص اور تقیید کرنا ہوگی کہ ان میں اذان سے قبل اور بعد والے اوقات داخل نہیں ہیں اور اس پر تمہارے پاس کتاب و سنت سے کوئی دلیل نہیں ہے، بلکہ یہ تقیید تم اپنی خام رائے سے کرتے ہو۔

مزید برآں تمہاری دلیل تو یہ ہے کہ صرف اس وقت میں درود و سلام پڑھنا جائز ہے جس وقت میں آنحضرت ﷺ نے درود پڑھا تو آخر تم بھی بظاہر درود شریف کے قائل ہو تم جس وقت درود پڑھو گے تو تم سے مطالبہ کیا جائے گا کہ ثابت کرو، اس وقت میں سرور دو عالم ﷺ نے درود پڑھا ہے حالانکہ چوبیس گھنٹوں میں سے ہر وقت کے متعلق تم دلیل نہیں دے سکتے، تو پھر تم کو سرے سے درود شریف کا انکار کرنا پڑے گا۔ دراصل خرابی تمہاری دلیل میں ہے کہ بس وہی فعل کسی خاص وقت میں کرنا جائز ہے جس کو آنحضرت ﷺ نے اس وقت میں کیا ہے۔

آنحضرت ﷺ کے افعال بعض قیودات کے ساتھ بیشک دلیل ہیں لیکن فعل کے بغیر اور دلائل بھی تو ہیں یعنی کتاب اللہ اور حدیث قولی اور بندہ قبل ازیں تلویح کے حوالہ سے ذکر کر چکا ہے کہ حدیث قولی زیادہ قوی ہے فعلی سے، کیونکہ فعل سے استدلال میں اختلاف ہے۔ اور حدیث قولی پر اجماع ہے کہ یہ قابل استدلال ہے۔ اب آخر میں بندہ دلیل دوم کا خلاصہ ذکر کرتا ہے کہ اس دلیل میں مذکورہ حدیث شریف کے حصۂ اول سے تو خصوصی طور پر ثابت ہوا کہ اذان کے بعد درود شریف کا خصوصی طور پر حکم ہے اور حدیث شریف کے حصہ دوم سے عموم اور اطلاق کی وجہ سے اذان سے قبل اور بعد درود شریف پڑھنا نیکی،

عبادت اور اس پر ثواب کا وعدہ ہے۔

اب بندہ دلیل سوم نقل کرتا ہے۔ ملاحظہ ہو:

دلیل سوم: عن اُبَیّ بن کعب قال قلتُ یارسول اللہ انی اُکثِرُ الصلوٰۃ علیک فکم اجعل لک مِن صلوتی؟ فقال ماشئتَ قلتُ الربعَ، قال ماشئتَ فان زدتَ فھو خیرلک قلتُ النصف، قال ماشئتَ فان زدتَ فھو خیرلک قلتُ فالثلثین ،قال ماشئت فان زدت فھو خیرلک قلتُ اجعل لک صلوتی کلھا، قال اذاً یکفی ھمّک ویکفر لک ذنبک (رواہ الترمذی)

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ حضرت اُبَی بن کعب ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی یارسول اللہ! میں آپ ﷺ پر زیادہ درود پڑھنا چاہتا ہوں، فرمایئے کتنا درود یا کتنا وقت آپ پر درود پڑھوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تو جتنا چاہے میں نے عرض کی رات دن کا چوتھائی حصہ میں آپ پر درود پڑھوں گا، آپ نے فرمایا: تیری مرضی اور اگر اس سے زیادہ پڑھے گا تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے، میں نے عرض کی رات اور دن کا آدھا حصہ میں درود شریف پڑھوں گا، آپ ﷺ نے فرمایا: تیری مرضی اگر اس سے بھی درود شریف پر زیادہ وقت صرف کرے گا تو تیرے لئے بہتر ہوگا، میں نے عرض کی، دو تہائی وقت درود شریف پر صرف کروں گا، آپ ﷺ نے فرمایا: تیری مرضی اور اگر زیادہ کرے گا تو یہ تیرے لئے اچھا ہوگا۔ میں نے عرض کی کہ سارا وقت میں درود شریف پڑھوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تیری تمام حاجات اور ضروریات کیلئے کافی ہے اور تیرے تمام گناہوں کا کفارہ ہے۔

یہ ترمذی شریف کی حدیث ہے۔ اب اس حدیث سے کئی امور واضح ہو گئے۔

امر اول: جس درود شریف کا حدیث پاک میں ذکر ہے یہ وہ درود نہیں جو کہ نماز میں پڑھا جاتا ہے یعنی صحابی ؓ نے آپ ﷺ سے یہ نہیں پوچھا کہ نماز میں کتنا درود یا کتنا وقت پڑھوں؟ کیونکہ یہ تو ہر مسلمان کو معلوم ہے کہ نماز والا درود شریف صرف التحیات میں صرف ایک دفعہ پڑھا جاتا ہے تو معلوم ہوا کہ جس درود شریف کے متعلق سوال کیا ہے؟ تو یہ سوال وقت اور درود کے مقدار کے متعلق ہے، کہ کتنا وقت اور درود شریف کی کتنی مقدار پڑھوں؟ یہ

سوال کسی خاص وقت میں درود شریف پڑھنے کے متعلق نہیں، مثلاً یہ کہ صبح کے وقت یا ظہر اور عصر کے وقت درود شریف پڑھا جائے تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صحابی ؓ یہ تو جانتا تھا کہ درود پاک کسی خاص وقت کے ساتھ مختص نہیں ہے، البتہ! صحابی کو یہ معلوم نہ تھا کہ کتنا وقت درود شریف پر صرف کیا جائے اور رات دن میں کتنی مقدار میں درود شریف پڑھا جائے؟ اگر درود شریف کیلئے کوئی وقت مختص ہوتا تو صحابی اس خاص وقت کے متعلق سوال کرتا مثلاً یہ کہتا کہ اذان سے پہلے اور پیچھے میں درود پڑھ سکتا ہوں یا نماز سے قبل یا بعد یا تلاوت قرآن سے پہلے یا پیچھے یا کہ سونے سے پہلے یا پیچھے، اگر اس صحابی کی جگہ یہ منکرین درود و سلام ہوتے تو یہ سوال کرتے کہ یارسول اللہ! اذان سے قبل اور بعد اور دوسرے مخصوص اوقات میں کیا ہم درود شریف پڑھ سکتے ہیں؟ تو معلوم ہوا کہ یہ بدعت ان مبتدعین نے ایجاد کی ہے۔ صحابہؓ کے زمانہ میں اس قسم کی بدعات کا تصور ہی نہ تھا کہ فلاں وقت میں درود سنت ہے فلاں مخصوص وقت میں درود شریف بدعت ہے، یہ منکرین اپنی بدعت پر پردہ ڈالنے کیلئے سنت پر عمل کرنے والوں کو بدعتی کہہ دیتے ہیں۔

امر سوم: صحابی ؓ نے جو ربع اور نصف اور ثلثان کا ذکر کیا کہ اس حصہ میں درود شریف پڑھوں گا، یہ ربع اور نصف کوئی معین نہیں کہ رات دن کا پہلا ربع یا نصف تو اس ربع اور نصف اور ثلثان میں اذان سے قبل اور بعد کا وقت بھی داخل ہے۔

امر چہارم: آج کل کے منکرین درود و سلام ہر نیک کام کے متعلق یہ سوال کر دیتے ہیں کہ کیا یہ کام آنحضرت ﷺ نے کیا ہے؟ اور پھر کہہ دیتے ہیں کہ چونکہ آپ ﷺ نے یہ کام نہیں کیا۔ لہذا یہ بدعت ہے تو اس حدیث شریف سے انکا رد بلیغ ہے۔ اور صحابی کا یہ سوال اُن کے مسلک کے خلاف ہے کیونکہ اگر جائز اور ناجائز اور سنت و بدعت کی مدار آنحضرت ﷺ کا فعل مبارک ہوتا تو صحابی کو سوال کی ضرورت نہ ہوتی، بلکہ وہ آپ کا فعل دیکھ لیتا کہ آپ ﷺ کتنا وقت درود شریف پڑھنے کو صرف کرتے ہیں؟ اور کتنی مقدار درود شریف کی پڑھتے ہیں؟ بس اس پر عمل کر لیتا تو معلوم ہوا کہ صحابی کا مسلک ان منکرین کے خلاف تھا، اور اس کے نزدیک آپ کا قول مبارک فعل سے اقویٰ دلیل تھا، جیسا کہ مقدمات میں گزر

چکا ہے کہ آپ کا قول اتفاقی دلیل ہے اور فعل اتفاقی دلیل نہیں ہے، کیونکہ فعل میں خصوصیت کا احتمال بھی ہے۔

امر پنجم: اس حدیث شریف سے دو طریقہ پر درود شریف قبل از اذان اور بعد از اذان پڑھنا ثابت ہے۔

طریقۂ اول: جب صحابی نے یہ کہا کہ میں سارا وقت درود شریف پڑھوں گا تو آنحضرت ﷺ نے اس کی تحسین فرمائی، اب وہ صحابی تمام وقت درود شریف تب ہی پڑھ سکتا ہے کہ اذان سے قبل اور بعد درود شریف پڑھے کیونکہ اگر ان دونوں وقتوں میں درود نہ پڑھا گیا تو صحابی کا یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ میں سارا وقت درود شریف پڑھوں گا۔ مزید برآں اگر اذان سے قبل اور بعد درود شریف بدعت ہوتا تو جب صحابی نے یہ کہا کہ میں سارا وقت درود شریف پڑھوں گا تو آنحضرت ﷺ چونکہ شارع شریعت تھے، اس لئے فرماتے کہ سارا وقت درود شریف بے شک پڑھو، لیکن اذان سے پہلے اور بعد درود نہ پڑھنا کیونکہ یہ ناجائز اور بدعت ہے، حالانکہ آپ نے ایسا نہیں فرمایا اور سارے وقت سے کسی وقت کا استثناء نہیں فرمایا تو صاف اور ظاہر ہوگیا کہ ان دو وقتوں میں بھی درود شریف پڑھنا عبادت اور باعث دس رحمت ہے، چونکہ سارا اور کل وقت میں درود شریف پڑھنا آپ نے پسند فرمایا اور اس کی تقریر فرمائی تو اذان سے قبل اور بعد درود پڑھنے کے جواز پر بھی اس ضمن میں تقریر ثابت ہوگئی، اگر منکرین درود شریف کے عقیدہ کے مطابق ان دو وقتوں میں درود شریف پڑھنا بدعت ہے تو لازم آئے گا کہ شارع شریعت ﷺ نے بدعت کی تقریر فرمائی۔ منکرین درود شریف اپنے گریبان میں منہ ڈال کر ذرا سوچیں کہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سنت اور شریعت اور احکام خداوندی کی تبلیغ کیلئے تشریف لائے یا کہ بدعت سکھانے اور بدعت کی تبلیغ کیلئے۔ منکرین درود ہم اہل سنت کو بدعتی کہہ دیتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا حبیب ﷺ بھی ان کے فتویٰ بدعت سے نہ بچ سکے۔ نعوذ باللہ من هذه الهزليات۔

اسی طرح جب صحابی رضی اللہ عنہ نے ربع وقت اور نصف اور ثلثان میں درود شریف پڑھنے کی تقریر فرمائی تو اس کے ضمن میں ان دو وقتوں میں درود شریف پڑھنے کی بھی تقریر

فرمادی۔ یہ بات علوم دینیہ کا ایک ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے کہ تقریر رسول ﷺ بھی حدیث اور سنت کی ایک قسم ہے، تو ثابت ہوگیا کہ اذان سے قبل اور بعد درود شریف پڑھنا حدیث اور سنت سے ثابت ہے۔ اب منکرین کا ایک اور لطیفہ سن لیں کہ یہ لوگ صرف اذان سے قبل اور بعد درود شریف پڑھنے کو ہی بدعت نہیں کہتے۔ جو مسلمان صبح و شام بلکہ ہر نماز کے بعد ایک تسبیح درود شریف پڑھتا ہے یا کہ سونے سے قبل اور بعد، اور کھانے سے قبل اور بعد، سفر پر جانے اور واپس آنے کے وقت یا تلاوت قرآن سے قبل اور بعد درود شریف پڑھتا ہے یا کہ اپنے گھر میں برکت کیلئے لوگوں کو جمع کر کے ایک لاکھ مرتبہ درود شریف پڑھواتا ہے تو منکرین کے نزدیک سب بدعت ہیں۔

اور حدیث شریف مذکورہ بالا میں جس کل وقت کا ذکر ہے یہ اوقات اس میں داخل ہیں تو ان اوقات میں اگر درود شریف بدعت ہوتا تو ان اوقات کو بھی آنحضرت ﷺ کل وقت سے مستثنیٰ فرماتے، حالانکہ آپ نے ایسا نہیں کیا تو ان اوقات میں بھی درود شریف پڑھنے کی تقریر فرمادی اور بقول منکرین بہت سی بدعات کی تقریر فرمادی العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ۔

تو ان منکرین کے نزدیک تو صرف معدودے چند اوقات میں درود شریف پڑھنا جائز ہے، باقی سب بدعت اور قرآن وحدیث میں درود شریف کے متعلق جو عمومات اور اطلاقات ہیں۔ منکرین کے نزدیک سب میں تقیید ہے اور جن اوقات میں بزعم منکرین درود شریف پڑھنا بدعت ہے، یہ سب اوقات کتاب وسنت کے عمومات اور اطلاقات سے خارج ہیں۔

اب ذرا غور فرمائیں کہ دلیل سوم کی ابتداء میں بندہ نے جو حدیث شریف نقل کی ہے، جس میں صحابی رضی اللہ عنہ نے ربع اور نصف اور ثلثان اور کل وقت میں درود شریف پڑھنے کا ارادہ ظاہر کیا، ہم اہل سنت کے نزدیک تو اس کا مطلب واضح ہے کہ ان چار اوقات میں اور اس کے ہر حصہ میں درود شریف پڑھنا جائز، سنت اور واجب ہے۔ منکرین کے نزدیک اس حدیث شریف کا معنی بھی سن لیں، وہ یہ معنی کریں گے، بے شک ان اوقات اور ان کے

حصوں میں درود جائز ہے اور اسے اے صحابی تم پڑھ سکتے ہو، لیکن اذان سے پہلے اور بعد درود نہ پڑھنا اور اسی طرح اوقات مذکورہ بالا میں بھی درود شریف نہیں پڑھا جا سکتا اور قبل ازیں دلیل اول میں بھی ذکر کیا جا چکا ہے کہ:

قولہٗ تعالٰی "اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا" ٥ الآیۃ۔

منکرین درود وسلام کے نزدیک اس آیت کا یہ معنی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ہر وقت درود شریف بھیجتے ہیں لیکن اذان سے قبل اور بعد نہیں بھیجتے۔ کیونکہ یہ بدعت ہے اور اے مومنو تم بھی تمام اوقات میں درود وسلام پڑھو لیکن ان دو اوقات میں نہ پڑھو کیونکہ یہ بدعت ہے اور منکرین قرآن وحدیث پڑھاتے وقت اپنے طلباء کو ضرور یہ کہتے ہوں گے کہ قرآن وحدیث کے اطلاقات سب مقید ہیں اور یہ دو وقت بھی اور اسی طرح دوسرے اوقات مذکورہ ان میں داخل نہیں ہیں اور یہ عمومات اور اطلاقات اپنے عموم اور اطلاق پر نہیں ہیں۔ اگر منکرین اپنے طلباء کو یہ تقریر دلپذیر نہیں سنائیں گے تو یہ طلباء اگر ان میں کوئی عقل اور سمجھ بوجھ ہے۔ ان منکرین کے گلے پڑ جائیں گے۔ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ہر وقت درود شریف پڑھتے ہیں تو ان ہمہ اوقات میں وہ اوقات بھی داخل ہیں۔ جن میں درود شریف تم منکرین بدعت کہتے ہو، تو پھر یہ بدعت کیسے ہوا؟ نعوذ باللہ، اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے بدعت کرتے ہیں اور پھر طلباء ان منکرین پر یہ اعتراض کریں گے کہ قرآن میں ایمانداروں کو حکم دیا گیا ہے کہ تم درود وسلام پڑھو اور وقت کی کوئی قید نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ ہم پر لازم ہے کہ ہر وقت درود شریف پڑھیں، خواہ وہ وقت اذان سے قبل ہو یا بعد۔

تو اس میں تو وہ اوقات بھی آ گئے جن میں منکرین درود شریف اور سلام پڑھنا بدعت کہتے ہیں۔ تو یہ بدعت کیسے ہوا؟ اسکا تو بقول تم منکرین یہ معنی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو بدعت کا حکم دیا ہے تو لازم آیا کہ بدعت ایک اچھی چیز ہے۔ یہ ہے وہ سوال جو منکرین کے طلباء ان پر کریں گے۔ اب منکرین اس سوال کا جو جواب دیں گے وہ بھی ملاحظہ ہو:

منکرین یہ جواب دیں گے کہ ان اطلاقات اور عمومات میں وہ اوقات داخل

ہی نہیں ہیں جن میں ہمارے نزدیک درود وسلام بدعت ہے۔ لہذا تم طلباء کا سوال درست نہیں ہے۔

اگر طلباء میں علم دین کا کچھ شعور ہوا تو وہ پھر سوال کریں گے کہ اللہ تعالیٰ نے تو آیت شریف میں کسی وقت کی قید نہیں لگائی تو پھر تمہارا کتاب اللہ کے مطلق کو مقید کرنا تفسیر بالرای ہے جو کہ قابل مذمت ہے۔

تو منکرین درود وسلام طلباء کو یہ جواب دیں گے کہ یہ تفسیر بالرای نہیں ہے۔ اس لئے کہ ان اوقات میں آنحضرت ﷺ نے درود شریف نہیں پڑھا تو آپ کا ان اوقات میں درود نہ پڑھنا یہ دلیل ہے کہ ان اوقات میں درود شریف پڑھنا جائز نہیں۔ لہذا یہ اوقات کتاب اللہ کے اطلاقات میں داخل نہیں۔ منکرین کے اس جواب پر ذکی طالب علم دو اعتراض کر سکتا ہے۔ دونوں اعتراض ملاحظہ ہوں:

اعتراض اول: اگر آنحضرت ﷺ نے کوئی کام نہیں کیا تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ کام جائز نہیں ہے کیونکہ قبل ازیں مقدمات میں گزر چکا ہے کہ ابتداء میں دلیل کی چار قسمیں ہیں۔ (۱) کتاب۔ (۲) سنت۔ (۳) اجماع۔ (۴) قیاس۔

اور پھر سنت دو قسم ہے۔ (۱) قولی۔ اور (۲) فعلی۔

اور چونکہ دلیل قولی کے ساتھ استدلال لانے پر اتفاق ہے اور اس حدیث کی وضع بیان شرائع کیلئے ہے اور اکثر احکام شرع اس حدیث قولی پر مبنی ہیں اور سنت فعلی میں اختلاف ہے کہ اس کے ساتھ استدلال درست ہے یا نہ۔ تو سنت قولی کو فعلی کے لحاظ سے قوت حاصل ہے۔ تو اب تمام دلائل پانچ ٹھہرے۔ اب کوئی چیز ناجائز اس وقت ہوگی کہ ان پانچوں سے کوئی دلیل نہ پائی جائے۔ صرف فعل کی نفی سے تو جواز کی نفی نہیں ہوتی اور پھر احناف کا مذہب یہ ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے تو اگر پانچوں سے ہر ایک دلیل کی نفی ہو جائے تو بھی احناف کے نزدیک جواز کی نفی نہیں ہوتی، تو ثابت ہوا کہ اگر یہ ثابت بھی ہو جائے کہ آنحضرت ﷺ نے اذان سے پہلے اور بعد درود شریف نہیں پڑھا تو بھی اباحت اصلی کے طور پر درود شریف پڑھنا ناجائز نہیں ہوگا۔

حیرت ہے کہ کتاب اللہ اور حدیث قولی کے اطلاق اور عموم سے ان ہر دو اوقات میں درود شریف پڑھنا ثابت ہے۔ اس کے باوجود عدم فعل کی وجہ سے درود شریف پڑھنا بدعت قرار دیتے ہیں۔ یہ تو دین متین کے ساتھ مذاق ہے۔ اب ان منکرین کو یہی کہا جاسکتا ہے کہ: اَلَیْسَ مِنْکُم رَجُلٌ رَّشِیْد٥

اب اس اعتراض اول میں جو چیزیں بیان کی گئی ہیں۔ ان پر دلائل ملاحظہ ہوں۔

نورالانوار میں استدلال صحیح اور استدلال فاسد کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

بعض لوگوں کے استدلال فاسد کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:

مثلہ التعلیل بالنفی ای مثل الاطراد فی عدم صلاحیتہ للدلیل التعلیل بالنفی لان استقصاء العدم لایمنع الوجود بوجہ آخر لان الحکم قد یثبت بعلل شتّٰی، فلایلزم من انتفاء علۃٍ ما انتفاء جمیعِ العلل من الدنیا حتی یکون نفی العلۃ دالاعلیٰ نفی الحکم٥

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ اگر کسی حکم کے جواز پر پوری کوشش کے باوجود اگر مجتہد کو دلیل نہ مل سکے تو وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ ناجائز ہے، کیونکہ ایک حکم کے اثبات کے کئی دلائل ہوتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ یہ حکم کسی اور دلیل سے ثابت ہوجائے تو ایک دلیل کی نفی سے تمام دلائل کی نفی نہیں ہوسکتی۔ منکرین درود وسلام کا بھی یہی منفی طرز استدلال ہے کہ چونکہ آنحضرت ﷺ سے ان دو اوقات میں درود وسلام پڑھنا ثابت نہیں ہے یعنی آپ نے ان دو اوقات میں درود وسلام نہیں پڑھا، لہذا یہ پڑھنا ناجائز اور بدعت ہے۔ حالانکہ ان دو اوقات میں درود وسلام کے جواز پر پانچ دلائل ہوسکتے ہیں اور ان پانچ سے ایک سنت فعلی ہے تو صرف سنت فعلی سے دوسرے تمام دلائل کی نفی نہیں ہوسکتی۔ جیسا کہ منکرین کا استدلال ہے تو یہ استدلال فاسد اور باطل ہے۔

یہاں تک منکرین پر ان کے طلباء کا ایک اعتراض نقل کیا گیا ہے۔ اب دوسرا اعتراض ملاحظہ ہو۔

اعتراض دوم: کسی مسئلہ کے بارے میں مجتہد کو کوئی دلیل نہ ملے تو مجتہد کو کیا کہنا اور

کیا نہ کہنا چاہیے، اسکی تفصیل بھی نورالانوار کی عبارت میں ملاحظہ ہو:

مثل الاطراد فی البطلان الاحتجاج بلادلیل لاجل النفی بان یقول ہذا الحکم غیرثابت لانہ لادلیل علیہ (الی) وعند الجمہور لیس بحجۃٍ اصلاً، لافی النفی ولافی الاثبات٥

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ اگر کوئی یہ کہے کہ چونکہ اس حکم پر کوئی دلیل نہیں ہے، لہذا یہ حکم ثابت نہیں ہے۔ یہ استدلال باطل اور فاسد ہے اور جمہور احناف اور شافعیہ کے نزدیک یہ بالکل حجت نہیں ہے، نہ اس سے حکم کا اثبات ہوتا ہے اور نہ ہی نفی۔

حاشیہ نورالانوار میں ہے: فان عدم وجدان الدلیل لایُوجب انتفاء الدلیل فی الواقع ولا انتفاء المدلول فیہ، فاذا لم یجد المجتہد بعد البحث التام دلیلا علی الحکم فیقول انہ لاحکم علیہ من الشارع لابالنفی ولا بالاثبات لاان یقول ان نفی ہٰذاالحکم من الشارع، فانہ لادلیل علیہ٥

حاشیہ کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک مجتہد نے بڑی کوشش کی لیکن اس کو ایک خاص حکم پر کوئی دلیل نہ ملی تو اس دلیل کے نہ ملنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ واقع میں اس خاص حکم پر کوئی دلیل نہ ہو اور اس دلیل کے نہ ملنے سے واقع میں حکم کی نفی نہیں ہوتی تو جب مجتہد کی کوشش اور تلاش کے باوجود اگر دلیل نہ ملے تو اس کو یہ کہنا چاہیے کہ شارع جل جلالہ اور شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ اس حکم کی نفی کی ہے اور نہ اثبات اور مجتہد یہ نہ کہے کہ چونکہ مجھے دلیل نہیں ملی، لہذا شارع نے اس حکم کی نفی کی ہے۔

اب طلباء کے اعتراض دوم کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیں۔ طلباء نے منکرین کو کہا کہ مجتہد کے علم کے مقابلہ میں تمہارا علم پہاڑ کے مقابلہ میں رائی سے بھی کم ہے۔ جب مجتہد پانچ دلیلوں سے کوئی دلیل نہ ملے تو وہ یہ ہرگز نہیں کہتا کہ یہ حکم ثابت نہیں ہے اور شرع شریف نے اس کی نفی کی ہے اور تم منکرین درود وسلام نے تو تمام دلائل کو تلاش ہی نہیں کیا، بلکہ صرف حدیث فعلی کو تلاش کیا اور وہ تم کو نہ ملی تو تم نے فتویٰ لگادیا کہ ان دو اوقات میں درود وسلام ناجائز اور بدعت اور ثابت نہیں ہے اگر تم میں کچھ علم ہوتا تو تم یہ کہتے کہ

آنحضرت ﷺ کے فعل سے ان دو اوقات میں نہ درود شریف کی نفی ہوتی ہے اور نہ اثبات لیکن یہ بات وہ کرتا ہے جس کے اندر خوف خدا کے علاوہ محبت رسول ﷺ بھی ہو۔ طلباء کے ان دونوں اعتراض کا جواب منکرین کے پاس نہیں ہے۔ اگر کوئی جواب ہے تو بتائیں۔

لیکن نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے ۔۔۔ یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

بندہ یہاں منکرین درود وسلام پر ایک اور تیسرا اعتراض کرتا ہے جو کہ اصول فقہ میں تفصیلاً مذکور ہے کہ دلیل کی نفی سے نہ حکم کا اثبات ہوتا ہے اور نہ حکم کی نفی ہوتی ہے، بلکہ حکم کے اثبات اور نفی کیلئے مستقل دلیل کی ضرورت ہوتی ہے۔ نورالانوار میں ہے:

الاحتجاج بلادليل لاجل النفى عندالجمهور بحجة اصلاً لافى النفى ولافى الاثبات لقوله تعالى "وقالوا لن يدخل الجنة الامن كان هودااو نصارى تلك امانيهم قل هاتوا برهانكم ان كنتم صادقين" (البقرہ:۸۱)

اُمِر النبى عليه السلام بطلب الحجة والبرهان على النفى والاثبات جميعاًo

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ دلیل کی نفی سے یہ استدلال لانا کہ حکم کی نفی ہوگئی، یہ استدلال بلا دلیل ہے اور جمہور کے نزدیک باطل اور فاسد ہے۔ اس سے نہ تو حکم کی نفی ہوتی ہے۔ اور نہ ہی حکم کا اثبات ہوتا ہے اور اس کی دلیل قرآن پاک کی آیت مبارکہ ہے۔ جس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہود اور نصاریٰ سے حکایت فرمائی ہے انہوں نے کہا کہ جنت میں مسلمان داخل نہ ہوں گے اور صرف یہود و نصاریٰ داخل ہونگے، یعنی انہوں نے دو دعوے کئے، ایک منفی کہ جنت میں مسلمان داخل نہیں ہوں گے۔ دوم، دعویٰ مثبت کہ جنت میں صرف یہود اور نصاریٰ داخل ہوں گے، تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ ان سے ہر دو دعویٰ پر دلیل اور برہان طلب کرو۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ کوئی دعویٰ بغیر دلیل ثابت نہیں ہوسکتا۔ لہذا دلیل کی نفی سے کسی حکم نفی ثابت کرنا باطل ہے، کیونکہ نفی دلیل تو دلیل کی ضد اور نقیض ہے تو منکرین کا یہ کہنا کہ قبل اذان اور بعد اذان درود وسلام ناجائز اور بدعت ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے ان دو وقتوں میں درود نہیں پڑھا۔ منکرین درود وسلام کا یہ استدلال باطل ہے اور اصول فقہ نے اس کو احتجاج بلا دلیل کہا ہے۔

یہاں بندہ منکرین درود وسلام پر ایک چوتھا اعتراض کرتا ہے اور یہ اعتراض ائمہ احناف رحمہم اللہ تعالیٰ نے ایک اختلافی مسئلہ میں امام زفر رحمہ اللہ تعالیٰ پر کیا ہے۔ پہلے امام زفر پر اعتراض ملاحظہ ہو اور اس کے بعد یہ اعتراض منکرین پر ذکر کیا جائے گا۔

امام زفر رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب یہ ہے کہ کہنیاں کو وضو میں دھونا ضروری نہیں ہے کیونکہ قرآن کریم میں کہنیوں کے متعلق ارشاد ہے: قولہٗ تعالیٰ " فاغسلوا وجوهكم وايديكم الى المرافق o کہنیوں کو غسل کی غایت بیان کیا گیا ہے اور بعض غایت ماقبل کے حکم میں یقینی طور پر داخل ہیں اور بعض یقینی طور پر داخل نہیں۔ مثلاً قرأت الكتاب من اوله الى آخره ۔ میں آخر جو کہ قرأت کی غایت ہے۔ یہ غایت معنًا یعنی قرأت میں یقینی طور داخل ہے اور آیت کریمہ میں " ثم اَتِمُّوا الصيام الى الليل "۔ میں رات اتمام روزہ کی غایت ہے۔ اور یہ غایت یقینی طور پر روزہ میں داخل نہیں ہے۔ اب کہنیوں میں شک پڑ گیا کہ یہ پہلی قسم میں داخل ہیں اور ان کا دھونا ضروری ہے یا کہ دوسری قسم میں داخل ہیں اور ان کا دھونا ضروری نہیں اور شک سے کوئی شے ثابت نہیں ہوتی۔ لہذا کہنیوں کا دھونا ضروری نہیں ہے، یہ امام زفر کی دلیل ہے جو کہ اصول فقہ میں مذکور ہے۔

ائمہ احناف نے اس کے کئی جواب دئے۔ ایک جواب یہ ہے جس کو نورالانوار میں اس طرح ذکر کیا گیا ہے:

قلنا له هل تعلم ان الامتناع فيه من اى القبيل فان قال اَعلم فقد زال الشک وجاء العلم وان قال لااعلم فقد اقرّ بجهله وعدم الدليل معه وهو لايكون حجة علينا o حاشیہ نورالانوار میں اس جہل کی تشریح ان الفاظ میں کی گئی ہے: فيقال له لا تجعل جهلك حجة على غيرك o

خلاصہ اس تمام عبارت کا یہ ہے کہ امام زفر نے غایت کی دو قسمیں ذکر کی ہیں۔ ایک میں غایت حکم ماقبل میں داخل ہے۔ اور دوسرے میں داخل نہیں تو ہم امام زفر سے عرض کریں گے کہ یہاں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ تم کو پتہ اور علم ہے کہ کہنیاں جو کہ متنازع فیہ ہیں۔ فلاں قسم میں داخل ہیں اور احتمال دوم یہ ہے کہ تم کو علم نہیں ہے کہ کس قسم میں داخل

ہیں؟ اگر تم کو علم ہے تو پھر شک زائل ہوگیا۔ لہذا تمہارا یہ کہنا کہ کہنیوں میں شک ہے، درست نہ ہوا اور اگر تم کو علم نہیں ہے تو تم نے اپنی جہالت کا اقرار کرلیا۔ تو پھر تم اپنا جہل کو دوسروں پر دلیل نہ قائم کرو۔ یہی اعتراض تھوڑے تغیر کے ساتھ اذان سے پہلے اور بعد درود وسلام کے منکرین پر کیا جاسکتا ہے اور اس اعتراض کی دو تقریریں ہیں۔

تقریر اول: ہم اذان سے قبل اور بعد درود وسلام کے منکرین سے پوچھتے ہیں کہ اذان سے قبل اور بعد درود شریف پڑھنا تمہارے نزدیک یا تو جائز ہوگا یا ناجائز ہے۔ اگر ناجائز ہے تو ہم منکرین سے دریافت کرتے ہیں کہ اس عدم جواز کا تم کو علم ہے یا نہ۔ اگر علم ہے تو اس پر مثبت برہان اور دلیل قائم کرو، حالانکہ تمہارے پاس مثبت دلیل نہیں ہے تو تم کو عدم جواز کا علم کیسے ہوا؟

خلاصہ یہ ہے کہ تمہارے پاس عدم جواز کے دعویٰ پر دلیل نہیں ہے۔ تو دعویٰ بلا دلیل ہوا اور تمہارے منفی استدلال سے تو نہ کسی شے کا اثبات ہوتا ہے اور نہ نفی اور وہ احتجاج بلا دلیل ہے جو کہ باطل ہے۔ اور اگر اس عدم جواز کا تم کو علم نہیں ہے تو تم نے اپنی جہالت کا اقرار کرلیا اور اس کا بھی کہ تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے تو پھر اپنی جہالت کو اپنے تک محدود رکھو۔ تمہاری یہ جہالت ہم پر حجت اور دلیل نہیں ہے۔

تقریر دوم: اذان سے قبل اور بعد درود وسلام اگر جائز ہے تو ہم منکرین سے پوچھتے ہیں کہ اس جواز کا تم کو علم ہے یا نہ، اگر علم ہے تو پھر اس کا انکار کیوں کرتے ہیں؟ اور تمہارا یہ انکار تمہارے علم کے خلاف ہے جیسے علماء یہود کو آنحضرت ﷺ کی صداقت کا دلائل کی بنا پر علم اور یقین تھا۔ اس کے باوجود آپ کی صداقت کا انکار کرتے تھے۔ اور اگر تم کو اس جواز کا علم نہیں ہے تو تم نے اپنی جہالت کا اقرار کرلیا۔ لہذا یہ جہالت تم اپنے تک محدود رکھو، اس کو تم دوسرے پر حجت قائم نہیں کرسکتے۔ بلکہ تم پر لازم ہے کہ اس جواز پر مثبت دلائل تلاش کرو تاکہ تم کو بھی جواز کا علم آجائے۔ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون، انما شفاء العی السوال ٥ یعنی اگر تم نہیں جانتے تو جاننے والے سے پوچھو، کیونکہ جہالت کی دوائی

پوچھنا ہے

منکرین درود وسلام ہم اہل سنت قائلین پر اعتراض نہیں کرسکتے۔ کیونکہ ہم یہ شق اختیار کریں گے کہ ہم کو یہ علم ہے کہ اذان سے قبل اور بعد درود وسلام جائز بلکہ واجب ہے اور اس پر کتاب وسنت سے مثبت دلائل موجود ہیں۔ بعض کا ذکر قبل ازیں آچکا ہے اور بعض مثبت دلائل بعد میں مذکور ہوں گے۔

بندہ نے جو اس مسئلہ پر تفصیل سے بحث کی ہے کہ عدم دلیل سے نہ تو کسی حکم کا ثبوت ہوتا ہے اور نہ ہی کسی حکم کی نفی۔ تو یہ تفصیل اس لئے کی گئی ہے کہ آج کے اہل بدعت کا طرز استدلال اسی قسم کا ہے، کہ اہل سنت کے ہر معمول کے متعلق یہ لوگ کہتے ہیں کہ کیا یہ کام اور فعل آنحضرت ﷺ نے کیا ہے؟ چونکہ آپ نے یہ کام نہیں کیا، لہذا یہ ناجائز ہے۔ تو یہ لوگ عدم فعل سے عدم حکم پر استدلال لاتے ہیں اور یہ ان کی خالص جہالت ہے۔

اب بندہ یہاں ایک خاص بحث کرتا ہے کہ اگر مجتہد نے کسی مسئلہ اور حکم کی دلیل کو پوری کوشش سے تلاش کیا لیکن اس کو نہ جواز حکم پر دلیل ملی اور نہ عدم جواز پر تو مجتہد نہ تو اس حکم کو جائز کہہ سکتا ہے اور نہ ناجائز۔ اور اس کی تفصیل قبل ازیں گزر چکی ہے۔ لیکن اگر نبی کریم ﷺ نے کسی حکم پر دلیل کو نہ پایا تو اللہ تعالیٰ کا رسول ﷺ نفی یا اثبات کا حکم کرسکتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ مجتہد عدم دلیل سے عدم حکم پر استدلال نہیں کرسکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مجتہد کو اگر دلیل نہیں ملی تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ واقع اور نفس الامر میں دلیل نہیں ہے، ہوسکتا ہے کہ واقع میں تو دلیل ہو لیکن مجتہد کو اس کا علم نہ ہو، لیکن اللہ تعالیٰ کا نبی ﷺ عدم دلیل سے عدم حکم پر استدلال کرسکتا ہے، کیونکہ نبی کو دلیل اگر نہیں ملی تو پھر واقع میں بھی دلیل نہیں ہے، اسلئے کہ یہ متصور نہیں ہوسکتا کہ نفس الامر میں تو دلیل ہو لیکن نبی کو اس کا علم ہی نہ ہو کیونکہ رسول اللہ ﷺ چونکہ شارع اور واضع احکام اور دلائل کا ہے تو آپ ﷺ کا علم تمام ادلۃ کو محیط ہے، لہذا اگر کسی حکم پر واقع اور نفس الامر میں دلیل ہے تو رسول کو اس کا علم لازمی طور پر ہوگا۔ لہذا رسول نے اگر دلیل کو نہ پایا اور وہ دلیل نبی کریم ﷺ کے علم میں نہیں ہے تو پھر واقع اور نفس الامر میں ہی دلیل نہیں ہے اور اس کی نظیر قرآن پاک میں ہے، ملاحظہ ہو:

قولہٗ تعالیٰ "قُل لا اجد فیما اوحی الیّ محرما ٥ الایۃ۔

اس آیت مبارکہ میں عدم دلیل سے عدم حرمت پر استدلال قائم کیا گیا ہے، لیکن یہ استدلال رسول اللہ کا ہے، اسلئے صحیح اور درست ہے۔

حاشیہ نورالانوار میں ہے ''نحن نقول ان الاحتجاج بلادلیل من الشارع صحیح لان علمه محیط بالادلة وهو الشارع للاحکام والواضع للادلة فشهادة علی عدم الدلیل الموجب للحرمة دلیل للقطع علی عدم الدلیل فان الشارع لیس ساهیاً ولاعاجزا بخلاف البشر ٥

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ اگر شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام عدم دلیل سے استدلال کرے تو یہ صحیح ہے، کیونکہ اس کا علم تمام ادلہ کو احاطہ کئے ہوئے ہے۔ کیونکہ وہ احکام کا شارع اور دلائل کا واضع اور بنانے والا ہے تو جب شارع یہ فرماتا ہے کہ میں نے حرمت پر دلیل نہیں پائی اور جو وحی مجھ پر اتری ہے اس میں کسی چیز کی حرمت پر دلیل نہیں ہے۔ تو یہ قطعی دلیل ہے کہ نفس الامر اور واقع میں دلیل نہیں ہے اور شارع نہ بھولنے والا ہے کہ اس کو حرمت کی دلیل بھول جائے اور نہ وہ عاجز ہے کہ باوجود دلیل تلاش کرنے کے نفس الامری دلیل تک اس کی رسائی نہ ہو۔ برخلاف مجتہد کے کہ وہ انسان ہے، بھول بھی سکتا ہے اور اس میں یہ بھی ممکن ہے کہ پوری کوشش کے باوجود نفس الامری اور واقعی دلیل کا اسے علم نہ ہو سکے

یہاں یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ عبارت حاشیۂ نورالانوار میں جس شارع کا ذکر ہے اس سے مراد جناب نبی کریم ﷺ ہیں کیونکہ آیت: ''قل لا اجد فیما اوحی الیّ محرمًا'' ٥ الخ۔ میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہی حکم دیا گیا ہے کہ عدم دلیل سے عدم حرمت پر استدلال پیش کریں۔ البتہ! یہ استدلال اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے آپ کو سکھایا ہے کیونکہ آپ کا تمام علم اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے۔ نیز اس عبارت حاشیہ سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے تمام احکام کے تمام دلائل کا علم آپ کو بذریعہ وحی عطا فرمایا۔ اسی صورت میں آپ کا علم تمام دلائل کو محیط ہے اور کوئی دلیل آپ کے علم سے باہر نہیں ہے۔

یہاں سے بندہ ایک اور مسئلہ اور عقیدہ کا ذکر کرتا ہے جو کہ اس مقام کے مناسب ہے اگرچہ مناسبت بعیدہ ہے، چونکہ یہ مسئلہ اور عقیدہ بڑا اہمیت کا حامل ہے۔ لہذا اس کا ذکر

ضروری سمجھا گیا۔ قارئین سے غور کی اپیل ہے، ملاحظہ ہو قرآن پاک میں ہے: قولهٗ تعالیٰ الحمدللّٰه رب العالمین۔ عالم آلہ کا صیغہ ہے۔ اور عالم موجود ماسوا اللہ کا نام ہے۔ اور یہ موجود ماسوا اللہ سات آسمان اور عرش و کرسی اور اربعہ عناصر اور ان سے متعلق اشیاء مراد ہیں اور اس موجود ماسوا اللہ کو عالم اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کے ذرہ ذرہ سے اللہ تعالیٰ کے وجود اور توحید کا علم آتا ہے، یعنی عالم اور اس کی ہر چیز اللّٰه موجودٌ واحدٌ کے حکم پر دلائل ہیں اور آنحضرت ﷺ کا علم ان تمام دلائل کو محیط ہے اور عالم کی کوئی چیز آپ کے علم سے باہر نہیں ہے۔ اور ان تمام دلائل کا علم اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے بذریعہ وحی آنحضرت ﷺ کو عطا فرمایا ہے، جیسے کہ حاشیہ نورالانوار میں تصریح کی گئی ہے اور یہ کتاب وسنت سے ثابت ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں آپ نے ان تمام دلائل کا علم ان الفاظ سے بیان فرمایا: فعلمتُ مافی السمٰوات والارض فتجلی لی کلُ شئی وعرفت ٥ یعنی آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے بعطائے خداوندی زمین آسمان میں ہر چیز کو معلوم کر لیا اور جان لیا۔ اور میرا علم ان سب کو محیط ہو گیا اور ہر شے میرے سامنے متجلی اور واضح ہو گئی اور میں نے ہر شے کو صرف جان ہی نہ لیا بلکہ پہچان بھی لیا۔ کتب بلاغت میں مذکور ہے کہ علم اور معرفت میں یہ فرق ہے کہ علم ادراک کلی کو اور معرفت ادراک جزئی کو کہتے ہیں۔ تو حدیث شریف سے معلوم ہو گیا کہ آنحضرت ﷺ کو دلائل کلیہ اور جزئیہ سب کا علم عطا کیا گیا، اس لئے آپ ﷺ صرف موحد ہی نہیں بلکہ رئیس الموحدین ہیں جتنا کسی کو ان دلائل کا زیادہ علم ہوگا اتنا ہی وہ توحید میں کامل ہوگا اور جتنا کسی کو ان دلائل کا کم علم ہوگا اس کی توحید اتنی ہی ناقص ہوگی، چونکہ آنحضرت ﷺ کا علم عالم کی تمام اشیاء اور تمام دلائل کو محیط ہے، لہذا آپ کی توحید بھی کامل اور مکمل ہے اور کوئی مخلوق توحید میں آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ تو ثابت ہوا کہ توحید میں کمال کی مدار دلائل کے علم پر ہے۔

آج کل کے اہل بدعت پر حیرت ہے کہ عالم کی تمام اشیاء کا علم آنحضرت ﷺ کیلئے نہیں مانتے اور ان جہلا کو یہ پتہ نہیں کہ اس انکار سے ان کی توحید میں نقصان پیدا

کر رہے ہیں جس کا وہ کلمہ پڑھتے ہیں اور جس کو خاتم النبیین کہتے ہیں اور اپنے کو بڑا موحد کہتے ہیں اور توحید کے معنی سے نا آشنا ہیں اور پھر مزید حیرت ہے کہ جو اہل سنت یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عالم کی ہر چیز کا علم اپنے محبوب ﷺ کو عطا فرمایا ہے اور اس کی وجہ سے آپ کی توحید کامل ہوئی، تو یہ اہل بدعت ان اہل سنت کو مشرک کہتے ہیں جس کا معنی یہ ہوا کہ حصول توحید ان کے نزدیک شرک ہے۔اور آنحضرت ﷺ کی توحید کو کامل ماننے والا ان کے نزدیک مشرک ہے۔یہ جہالت کی انتہاء ہے۔آج کل مسلمان کو حیرت ہو رہی ہے کہ یہ عجب مسلمانی ہے کہ درود وسلام کو بدعت کہا جا رہا ہے۔حالانکہ یہ حیرت کی بات نہیں ہے جب یہ اہل بدعت توحید کو شرک اور آنحضرت ﷺ کو توحید میں کامل مکمل ماننے والے کو مشرک کہتے ہیں۔تو ان سے یہ بعید نہیں ہے کہ درود وسلام کو بدعت قرار دیں۔ کل اناء یترشح بما فیہ ٥ کورے اور نئے میں جو چیز ہوگی وہی اس سے ٹپکے گی۔

بندہ کو احساس ہے کہ یہ فقیر اپنے موضوع سے بڑا دور چلا گیا ہے۔ در اصل اس مضمون میں یہ ثابت کرنا تھا کہ اذان سے قبل اور بعد درود وسلام پڑھنا کتاب وسنت سے ثابت ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے اور اس کو بدعت کہنے والا خود بدعتی ہے۔تین دلائل اس مقصد پر پیش کئے جا چکے ہیں۔اب دلیل چہارم ملاحظہ ہو:

دلیل چہارم: مسلم شریف میں ہے: قیل یارسول اللہ فالحمر قال ما انزل علیّ فی الحمر شئی الا ھذہ الآیۃ الفاذۃ الجامعۃ (الزلزال) فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ (الزلزال)۔رواہ مسلم۔

مذکورہ بالا حدیث شریف ایک طویل حدیث شریف کا حصہ ہے۔جس میں سونا چاندی اور اونٹ، گائے، بکری اور گھوڑے کی زکوۃ کا ذکر ہے۔

خلاصہ حدیث یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ! گدھوں کی زکوۃ کا کیا حکم ہے؟ اور ان میں شریعت کا کیا حق ہے؟ تو آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: کہ گدھوں کے متعلق مجھ پر کوئی خصوصی حکم نازل نہیں کیا گیا ہے جیسا کہ اونٹ گائے

بکری کے متعلق نازل ہوا۔البتہ! یہ مستقل اور جامع آیت نازل ہوئی جس سے گدھے کی زکوۃ اور حق معلوم کیا جا سکتا ہے۔آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جو آدمی ایک ذرہ مقدار نیکی اور خیر کرتا ہے، تو قیامت میں اس کا ثواب اور اجر پائے گا اور جو آدمی ذرہ برابر برائی اور گناہ کرتا ہے۔قیامت میں اس کی سزا اور عذاب پائے گا۔اس حدیث شریف سے چند امور واضح ہوئے اور ہر امر میں منکرین درود وسلام کا رد بلیغ ہے۔

امر اول: آپ سے گدھوں کے متعلق سوال ہوا کہ جیسے سونے چاندی اور اونٹ وغیرہ میں اللہ تعالیٰ کا حق ہے جس کی ادائیگی لازم ہے، کیا گدھوں میں بھی اس قسم کا کوئی حق ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہ گدھوں کے متعلق خصوصی وحی مجھ پر نازل نہیں ہوئی۔ جیسے سونے چاندی اور اونٹوں کے متعلق نازل ہوئی ہے۔البتہ! ایک مستقل اور جامع آیت خیر اور شر کے متعلق نازل ہوئی ہے۔اس سے گدھوں کا حکم معلوم کیا جا سکتا ہے۔آپ نے تصریح نہیں فرمائی کہ گدھوں کی طرف اگر کوئی چیز زکوۃ کی طرح ادا کر دی جائے تو یہ خیر میں داخل ہے یا کہ شر میں، لیکن سیاق وسباق سے واضح ہے کہ یہ خیر میں داخل ہے کیونکہ ما قبل سونے چاندی اور اونٹوں کی زکوۃ کا ذکر ہے جو کہ خیر ہے تو گدھوں کے متعلق جو چیز ادا کی جائے گی وہ بھی خیر ہوگی اور قیامت میں اس کا ثواب اور اجر دیا جائے گا۔اور آپ نے جو گدھوں کے متعلق خصوصی وحی کی نفی فرمائی۔یہ عام ہے کہ یہ خصوصی وحی خواہ متلو ہو یا غیر متلو یعنی نہ بہ ضمن قرآن نازل ہوئی اور نہ بہ ضمن حدیث شریف۔لیکن اس نفی وحی سے آپ نے گدھوں کے متعلق حق کی ادائیگی کی نفی پر استدلال نہیں فرمایا۔

بلکہ اس آیت مذکورہ بالا سے جو قاعدہ کلیہ معلوم ہوتا ہے۔آپ نے اس سے استدلال فرمایا ہے اور اس حق کو خیر میں داخل فرما کر اس کو جائز قرار دیا، حالانکہ قبل ازیں گزر چکا ہے کہ اگر نبی کریم ﷺ فرما دیں کہ فلاں حکم کی دلیل بطریقہ وحی مجھ پر نازل نہیں ہوئی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ واقع اور نفس الامر میں بھی اسکی کوئی دلیل نہیں۔اس کے باوجود آپ نے قاعدہ کلیہ اور عام دلیل سے استدلال فرمایا ہے اور گدھے کے متعلق حق کی

اداۂیگی کو جائز قرار دیا۔ بلکہ صرف جائز ہی نہیں قرار دیا بلکہ اس ادائیگی کو موجب ثواب قرار دیا۔ اذان سے قبل اور بعد درودوسلام کو بدعت کہنے والوں کا اس میں رد بلیغ ہے۔ ان کی دلیل صرف یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان دو وقتوں میں درودوسلام نہیں پڑھا۔ حالانکہ قبل ازیں گزر چکا ہے کہ اگر مجتہد کو کوشش بسیار کے باوجود کسی حکم کی دلیل نہ ملے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ واقع اور نفس الامر میں بھی اس حکم کی دلیل نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ واقع میں دلیل موجود ہو لیکن مجتہد کو اس کا علم ہی نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اگر مجتہد عدم دلیل سے عدم حکم پر دلیل لائے تو یہ استدلال باطل اور بلا دلیل ہے اور ان منکرین نے اپنے دعویٰ پر نہ کتاب سے کوئی دلیل پیش کی اور نہ سنت قولی سے۔ صرف سنت فعلی کے عدم سے استدلال باطل کیا ہے۔

اب بندہ ان منکرین سے یہ سوال کرتا ہے کہ اگر بالفرض تسلیم کرلیا جائے کہ آنحضرت ﷺ نے ان دو وقتوں میں درودوسلام نہیں پڑھا تو تم منکرین نے اس درودوسلام کے جواز پر اس مستقل اور جامع آیت سے استدلال کیوں نہیں کیا؟ اور آپ کی اتباع کو کیوں ترک کیا؟ حالانکہ درودوسلام فی نفسہ خیر ہے۔ البتہ! ہم اہل سنت اس آیت سے استدلال پکڑتے ہیں کہ چونکہ درودوسلام امر خیر ہے، لہذا ہر وقت میں پڑھا جاسکتا ہے۔ خصوصاً ان دو اوقات میں کیونکہ اللہ رب العزت نے اس آیت خیر اور شر کو کسی وقت کے ساتھ مقید نہیں کیا، بلکہ اس کا ذکر مطلق فرمایا ہے اور یہ اشارہ دیا کہ ہر وقت میں خیر موجب ثواب اور شر موجب عذاب ہے۔

امر دوم: اس حدیث شریف سے واضح ہوگیا کہ اگر کسی خاص حکم کی دلیلِ خاص کا علم نہ ہو تو نصوص عامۃ سے استدلال سنت رسول اللہ ﷺ ہے، جیسا کہ اہل سنت کا یہی طریقہ ہے کہ اس آیت مستقلہ جامعہ سے ہر خیر کو ہر وقت میں کرنے پر استدلال لاتے ہیں۔ جیسا کہ اس فقیر نے دلیل چہارم میں اس کی وضاحت کی ہے تو اب اذان سے قبل اور بعد میں درود وسلام پڑھنا صرف حدیث شریف سے ہی جائز و ثابت نہ ہوا، بلکہ کتاب اللہ سے بھی ثابت

ہوگیا تو یہ دلیل چہارم بمنزلہ دو دلیل کے ہوگئی۔ جیسا کہ دلیل اول بمنزلہ دو دلیل کے ہے جس کا ذکر دلیل اول میں کیا جاچکا ہے۔ برخلاف منکرین کے کہ انہوں نے صرف عدم فعل سے عدم حکم پر استدلال کیا ہے اور یہ استدلال باطل ہونے کے باوجود ان اہل بدعت نے آیت مستقلہ اور جامعہ کو نظر انداز کرکے اس رسول اللہ ﷺ کی اتباع سے بغاوت کی ہے جس کا وہ کلمہ پڑھتے ہیں۔ اور پھر اس کے باوجود اپنے کو اہل حدیث کہتے ہیں۔ حالانکہ ان کا اصلی نام غیر مقلد، شتر بے مہار اور اہل حدث ہے۔

امر سوم: اس امر سوم میں منکرین صلوۃ وسلام کا ایک قبح شدید بیان کیا جاتا ہے اور قارئین کے سامنے ان کا عقلی معیار اور مقدار بھی واضح ہوجائے گا۔ وہ اس طرح کہ ایک آدمی کے پاس بہت سے گدھے ہیں۔ اور یہ آدمی ان منکرین درودوسلام سے گدھوں کے متعلق یہ مسئلہ پوچھتا ہے کہ اگر میں دوران سال یا سال کے بعد زکوۃ کی طرح کچھ مال صدقہ کروں تو کیا یہ جائز ہے یا نہ؟ تو یہ منکرین اس کو ہرگز بدعت نہیں کہیں گے، بلکہ جواز کا فتویٰ دیں گے کہ یہ کار ثواب ہے۔ اگر وہ آدمی ان سے دلیل طلب کرے تو جواب میں یہ منکرین یہی آیت مستقلہ جامعہ تلاوت کریں گے کہ گدھوں کے متعلق صدقہ کار خیر اور موجب ثواب ہے۔

بندہ قارئین کی سہولت کیلئے وہ آیت دوبارہ ذکر کرتا ہے:

قولہٗ تعالیٰ " فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ و من یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ ٥ (الزلزال)

اور اگر پھر وہی آدمی ان منکرین سے یہ سوال کرے کہ درودوسلام بھی تو تمہارے نزدیک یقیناً خیر ہوگا اگر کوئی آدمی اذان سے قبل اور بعد صلوۃ وسلام پڑھے تو آیت مذکورہ بالا کے مطابق یہ بھی خیر اور موجب ثواب ہوگا۔ تو یہ منکرین فوراً کہیں گے کہ نہیں نہیں یہ تو ناجائز اور بدعت ہے۔ تو وہ آدمی ان کے اس جواب سے حیرت زدہ ہوجائے گا کہ یہ عجیب علم وعقل ہے کہ گدھے کا صدقہ تو آیت مذکورہ میں مذکور، لفظ خیر میں داخل ہوکر موجب

ثواب ہو جائے لیکن خاتم النبیین ﷺ پر اذان سے قبل اور بعد درود وسلام آیت میں مذکور لفظ خیر میں داخل نہ ہو، بلکہ لفظ شر میں داخل ہو کر بدعت اور موجب عذاب ہو جائے۔ تو ایسے مفتی کے متعلق یہی کہا جائے گا کہ یہ گدھے سے بھی زیادہ بے عقل ہے کیونکہ گدھا تو مالک کا بوجھ اٹھاتا ہے اور مالک کو خوش کرتا ہے لیکن یہ منکرین خود تو درود وسلام نہیں پڑھتے اور اس کو بوجھ خیال کرتے ہیں۔ الٹا دوسروں کو بھی منع کرتے ہیں کہ خبردار! ایسا نہ کرنا یہ تو بدعت ہے۔ تو ان کا یہ کہنا نبی ﷺ کے ساتھ مقابلہ کرنا ہے۔ کیونکہ دلیل دوم میں ایک حدیث نقل کی گئی ہے کہ جو آدمی مجھ پر ایک دفعہ درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے، بلکہ منکرین کا درود وسلام سے روکنا اللہ تعالیٰ سے بھی مقابلہ ہے کیونکہ اس نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ہمیشہ خاتم النبیین ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔ اے مومنو! تم بھی اس نبی ﷺ پر درود وسلام پڑھو۔ اب ان منکرین کا اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب ﷺ کے ساتھ مقابلہ ہے، دیکھنا یہ ہے کہ اس مقابلہ میں غالب کون آتا ہے؟ ہم اہل سنت کا عقیدہ تو یہی ہے کہ: واللہ غالب علیٰ امرہ ولکن اکثر الناس لایعلمون

امر چہارم: قولہ تعالیٰ " فمن یعمل مثقال ذرۃ سے خیرا یرہ الآیۃ۔ تک اہل سنت کے نزدیک تو چونکہ اللہ تعالیٰ نے خیر اور شر کو مطلق ذکر فرمایا ہے اور کسی وقت کے ساتھ مقید نہیں کیا۔ لہٰذا یہ معنی ہوگا کہ کسی وقت بھی کار خیر کیا جائے تو موجب ثواب ہے اور کسی وقت بھی شر کیا جائے تو موجب عذاب ہے اور چونکہ درود وسلام خیر ہے، لہٰذا ہر وقت اس کے پڑھنے سے ثواب ہوگا اور اس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کی خوشنودی ہے اور ان کے اوقات میں اذان سے قبل اور بعد کے اوقات بھی داخل ہیں۔ لیکن ان منکرین اہل بدعت کے نزدیک آیت میں مذکور لفظ بیسیوں اوقات کے ساتھ مقید ہوگا اور ان کے نزدیک آیت مذکورہ بالا کا یہ معنی ہوگا کہ بیشک درود وسلام کار خیر ہیں اور اس آیت میں داخل ہیں لیکن اذان سے پہلے یا بعد پڑھے جائیں تو شر اور موجب عذاب بن جاتے

ہیں۔ اسی طرح نماز سے پہلے اور بعد اور سونے سے پہلے اور بعد اور طلوع وغروب کے وقت اور کسی آدمی کی ملاقات کے وقت تلاوت سے پہلے اور بعد ان منکرین کے نزدیک آیت شریفہ کا جب ترجمہ کیا جائے گا تو ان سب اوقات کو مستثنیٰ کیا جائے گا مثلاً یہ منکرین معنی اس طرح کریں گے کہ جو آدمی کسی وقت بھی کار خیر کرتا ہے تو اس کو ثواب حاصل ہوگا مگر اذان سے قبل اور بعد اور تلاوت سے قبل اور بعد نماز سے پہلے اور بعد وغیرہ وغیرہ ان اوقات میں درود شریف خیر نہیں اور نہ ہی اس پر کوئی ثواب ہے، بلکہ یہ شر اور موجب عذاب ہے۔

منکرین اپنے اس فتح پر غور کریں اس سے تو قرآن پاک کا حلیہ بھی بگڑ جائے گا اور نعوذ باللہ یہ اعتراض ہوگا کہ جب اس خیر کے اوقات میں سے بہت سے اوقات خارج تھے تو پھر اس خیر کا مطلق کیوں ذکر کیا گیا؟ یہ تو لوگوں کو بدعت میں ڈالنے کے مترادف ہے۔ اور اسی طرح قولہ تعالیٰ " ان اللہ وملائکته یصلون علی النبی ط یاایھا الذین آمنوا صلوا علیه وسلموا تسلیما٥ ۔ اس آیت میں جو اطلاقات ہیں۔ ان سے بے شمار اوقات کو نکالنا ہوگا۔ یہاں تک دلیل چہارم کا ذکر ہوا، اب دلیل پنجم ملاحظہ ہو۔

دلیل پنجم: بخاری شریف میں ہے:

عن زید بن ثابت رضی اللہ عنه قال: ارسل الیّ ابوبکر مقتل اھل الیمامة فاذاً عمر بن الخطاب عنده، قال: ابوبکر ان عمر اتانی فقال: ان القتل قد استحرَّ یوم الیمامة بقراء القرآنِ وانی اخشیٰ ان استحرَّ القتل بالقراء بالمواطن یذهب کثیر من القرآن وانی اریٰ ان تامرَ بجمع القرآن قلتُ لعمر کیف تفعل شیئا لم یفعله رسول اللہ ﷺ ،قال: عمر هذا واللہ خیر ،فلم یزل عمر یُراجعنی حتی شرح اللہ صدری لذالک ورأیت فی ذالک الذی رایٰ عمر، قال: زید رضی اللہ تعالیٰ عنه، قال: ابوبکر انک رجل شاب عاقل لانتهمک وقد کنتَ تکتب الوحی لرسول اللہ ﷺ فتتبع القرآن فاجمَعْه، فواللہ لو کلّفونی نقل جبل من الجبال ماکان اثقل

علیؑ مماامرنی به من جمع القرآن، قال: قلتُ کیف تفعلون شیئاً لم یفعله رسول اللّٰه ﷺ قال: هو واللّٰه خیر، فلم یزل ابوبکر یراجعنی حتی شرح اللّٰه صدری للذی شرح له صدر ابی بکرؓ و عمرؓ ۔الحدیث۔

خلاصہ عبارت حدیث شریف مذکورہ بالا یہ ہے کہ حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں۔ کہ یمامہ کے ساتھ لڑائی کے زمانہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے میری طرف قاصد اور پیغام بھیجا۔ جب میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس پہنچا تو حضرت عمر بھی وہاں موجود تھے۔ حضرت ابوبکر نے مجھے فرمایا کہ امیر عمر میرے پاس آئے اور کہا کہ یمامہ کے دن سخت لڑائی کی وجہ سے قرآن کے بہت سے قاری شہید ہوئے ہیں۔ اور اگر اس قسم کی جنگیں ہوتی رہیں اور قاری لوگ شہید ہوتے رہے تو قرآن کا بیشتر حصہ ضائع ہوجانے کا خطرہ ہے۔ لہذا میرا خیال ہے کہ آپ حکم دیں کہ قرآن جمع کیا جائے۔ ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں، میں نے امیر عمرؓ کو کہا کہ تو ایسے کام کا مشورہ کیوں دیتا ہے جو کہ آنحضرت ﷺ نے نہیں کیا؟! امیر عمرؓ نے کہا، یہ کام خیر اور اچھا ہے۔ پس امیر عمرؓ اس مسئلہ پر میرے ساتھ بحث کرتے رہے۔ حتی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کیلئے میرا سینہ کھول دیا اور اس کام میں مجھے وہی بہتری نظر آئی جو امیر عمرؓ کو نظر آئی تھی۔ حضرت زیدؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے مجھے کہا کہ تم جوان اور عقل مند آدمی ہو، اور تم کاتب وحی ہو اور آنحضرت ﷺ کیلئے وحی لکھتے رہے ہو۔ لہذا تم پر کوئی تہمت نہیں لگ سکتا، اسلئے تم پوری تحقیق کے ساتھ قرآن پاک جمع کرو۔ حضرت زیدؓ فرماتے ہیں کہ اگر یہ لوگ مجھے یہ حکم دیتے کہ میں پہاڑ ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ رکھ دوں تو یہ میرے لئے اتنا بوجھ نہ ہوتا جتنا کہ قرآن کے جمع کرنے کا مجھے حکم دیا جارہا ہے۔ حضرت زیدؓ فرماتے ہیں، میں نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ کو کہا کہ جو کام آنحضرت ﷺ نے نہیں کیا تم ایسا کام کس طرح کرو گے؟ حضرت ابوبکرؓ نے جواب میں فرمایا: خدا کی قسم! یہ نیک اور اچھا کام ہے۔ پس حضرت ابوبکرؓ اس معاملہ میں میرے ساتھ بحث کرتے

رہے۔ حتی کہ اس کام کیلئے اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ کھول دیا۔ جس کے لئے ابوبکرؓ اور عمرؓ کا سینہ کھولا تھا۔

جو لوگ اذان سے قبل اور بعد درود وسلام کو بدعت قرار دیتے ہیں اور ان کی دلیل یہ ہے کہ ان دو اوقات میں آنحضرت ﷺ نے درود وسلام نہیں پڑھا۔ اس حدیث میں ان اہل بدعت منکرین کا کئی وجہ سے رد ہے۔

رد اول: یہ اہل بدعت منکرین جو کہتے ہیں کہ چونکہ ان دو اوقات میں رسول اللہ ﷺ نے درود وسلام نہیں پڑھا۔ لہذا یہ پڑھنا خیر نہیں ہے بلکہ بدعت اور شر ہے۔ اس نہ پڑھنے پر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے کہ کسی صحابی نے کہا ہو کہ آپ ﷺ نے ان دو اوقات میں درود وسلام نہیں پڑھا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جائے گا کہ ان کو پڑھنے کا علم نہیں ہے اور یہ امر واضح ہے کہ عدم علمِ شئی سے نفس الامر میں عدم شئی لازم نہیں آتا، ہوسکتا ہے کہ آپ نے ان دو وقتوں میں درود شریف پڑھا ہو اور ان منکرین کو اس کا علم نہ ہو۔ جیسے کہ اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ برخلاف قرآن پاک کا جمع نہ کرنا تو اس پر ابوبکر صدیق اور فاروق اعظم اور زید بن ثابتؓ کی شہادت موجود ہے کہ آنحضرت ﷺ نے قرآن پاک جمع نہیں فرمایا۔ اور نہ ہی جمع کرنے کا حکم دیا ہے۔ اب یہاں یہ احتمال نہیں ہوسکتا کہ سرور دو عالم ﷺ نے قرآن پاک جمع تو فرمایا ہو لیکن ان تین اکابر صحابہ کو اس کا علم ہی نہ ہو تو اس کے باوجود یہ تینوں صحابی فرماتے ہیں کہ قرآن پاک جمع کرنا خیر ہے اور رسول اللہ ﷺ کے جمع نہ کرنے سے یہ بدعت اور شر نہیں ہوتا۔ لیکن حیرت ہے کہ منکرین درود وسلام کہتے ہیں کہ چونکہ اذان سے قبل اور بعد آنحضرت ﷺ نے درود شریف نہیں پڑھا۔ اس لئے ان دونوں وقتوں میں درود وسلام پڑھنا بدعت اور شر ہے۔ حالانکہ یہ صرف منکرین کا دعویٰ ہے۔ اس پر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے کہ آپ نے ان وقتوں میں نہیں پڑھا۔ تو ثابت ہوا کہ ایک کار خیر رسول اللہ ﷺ کے نہ کرنے سے نہ بدعت ہوتا ہے اور نہ شر، بلکہ خیر اور نیکی ہی رہتا ہے۔ اگر منکرین کا یہ قاعدہ تسلیم کرلیا جائے کہ جو کام پیغمبر اسلام ﷺ نے نہیں کیا، وہ بدعت ہوتا ہے

تو لازم آئے گا کہ ابوبکر صدیق، فاروق اعظم اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم نے بدعت کا ارتکاب کیا۔اور اس ارتکاب بدعت کا مشورہ دیا ہے۔

رد دوم: یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے قرآن جمع نہیں فرمایا تو ان تین صحابہ نے اس کو خیر کیوں کہا؟ ان کے پاس کیا دلیل تھی؟ تو جواب یہ ہے کہ ان صحابہ کے پاس وہی آیت دلیل تھی جو کہ آنحضرت ﷺ نے گدھوں کی زکوۃ کے متعلق بیان فرمائی تھی:

''فمن یعمل مثقال ذرة خیرا یرہ''۔(الزلزال)

رد سوم: قرآن کو جمع کرنا اس کی خصوصی دلیل نہ تو قرآن میں ہے اور نہ ہی حدیث شریف میں، یعنی نہ تو کوئی قرآن میں آیت ہے جس کا معنی یہ ہو کہ قرآن جمع کرنا کار خیر ہے اور نہ ہی یہ مضمون کسی حدیث میں ہے۔مزید برآں آنحضرت ﷺ نے بھی قرآن جمع نہ کیا اس کے باوجود قرآن کا جمع کرنا کار خیر ہے اور بدعت نہیں ہے۔ برخلاف درود وسلام کے کہ مطلق آیت اور احادیث میں اس کے پڑھنے کا حکم ہے اور کسی وقت کی تقیید نہیں ہے اور درود وسلام ہر وقت پڑھنا جائز ہے۔اور اذان سے قبل اور بعد کے اوقات بھی ہر وقت میں داخل ہیں۔ اس کے باوجود منکرین کہتے ہیں کہ ان دو وقتوں میں درود وسلام بدعت اور شر ہے۔یہ محض درود وسلام کے ساتھ عداوت ہے۔

ردچھارم: ابتداء میں ابوبکر صدیق اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما نے قرآن نہ جمع کرنے پر یہی دلیل دی کہ یہ کام آنحضرت ﷺ نے نہیں کیا۔لیکن بعد میں اللہ تعالی نے ان کا سینہ کھول دیا اور وہ سمجھ گئے کہ قرآن جمع کرنا کار خیر ہے۔اور اس آیت میں کار خیر کے کرنے کا حکم ہے: **قولہ تعالی ''فمن یعمل مثقال ذرة خیرا یرہ''** لیکن یہ نام نہاد منکرین درود وسلام ابھی تک اپنی اس ضد پر اڑے ہوئے ہیں کہ چونکہ آنحضرت ﷺ نے ان دو وقتوں میں درود وسلام نہیں پڑھا۔لہذا یہ بدعت ہے اور یہ نہیں سوچتے کہ درود وسلام کار خیر اور نیکی ہے اور کار خیر کے کرنے کا حکم ایک دوسری آیت مستقلہ جامعہ میں دیا گیا ہے۔تو ان منکرین کو چاہیے تھا کہ خلفاء راشدین کی اتباع کرتے، لیکن اللہ تعالی نے ان منکرین کی

شرح صدر نہیں کی اور آیت مستقلہ جامعہ کو انہوں نے نظرانداز کردیا ہے۔

رد پنجم: قبل ازیں گزر چکا ہے کہ اگر مجتہد کو کوشش کے باوجود کسی حکم پر دلیل معلوم نہ ہو سکے تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ واقع اور نفس الامر میں اس حکم پر دلیل نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے کہ واقع میں دلیل ہو لیکن مجتہد کو اس کا علم ہی نہ ہو، یعنی مجتہد کا عدم علم، عدم شئی پر دلالت نہیں کرتا کہ اگر اس کو کسی دلیل کا علم نہ ہو تو فی الواقع بھی دلیل موجود نہ ہو۔لیکن اگر خدا کا رسول ﷺ یہ فرمادے کہ مجھے فلاں حکم کی دلیل نہیں ملی اور میں نے وہ دلیل نہیں پائی تو واقع میں بھی وہ دلیل نہ ہوگی۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کا علم سب دلائل کو محیط ہوتا ہے۔ یہ امر شرعاً ممکن نہیں کہ کوئی دلیل واقع میں ہو اور نبی کو اس کا علم نہ ہو۔

اس کے بعد بندہ کہتا ہے کہ منکرین درود وسلام کو دعوی نبوت تو نہیں ہے، بلکہ ان کا علم حدیث تو مجتہد کے علم سے صرف کم ہی نہیں، بلکہ کمتر ہے۔تو ان کو چاہیے تھا کہ پہلے ذخیرہ حدیث کا مطالعہ کرتے اور اس کے بعد اگر ان کو ایسی کوئی حدیث نہ ملتی۔جس سے ثابت ہوتا کہ آنحضرت ﷺ نے ان دو وقتوں میں درود وسلام نہیں پڑھا ہو۔اس کے بعد بھی صرف یہ دعوی کرتے کہ ہم کو ان وقتوں میں درود وسلام کی کوئی دلیل نہیں ملی اور یہ دعوی نہ کرتے کہ واقع میں دلیل نہیں ہے۔ کیونکہ یہ نبوت کا خاصہ ہے حالانکہ ان منکرین نے ذخیرہ حدیث کا مطالعہ نہیں کیا۔ بلکہ مسلم شریف کا بھی مطالعہ انہوں نے نہیں کیا۔ورنہ یہ حدیث ان کو مل جاتی کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ اذان کے بعد دعاء وسیلہ سے بھی پہلے مجھ پر درود شریف پڑھو اور پھر اعلانیہ طور پر اس حدیث پر عمل کرتے اور درود شریف پر بدعت اور شر کا فتوی نہ لگاتے، اس کے باوجود ان کا دعوی یہ ہے کہ واقع میں ایسی کوئی دلیل نہیں ہے۔جس سے یہ ثابت ہو کہ ان دو وقتوں میں درود وسلام پڑھنا چاہیے۔ یہ دعوی کر کے انہوں نے نبوت کی ہمسری کا دعوی کیا ہے، جس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔

کیا ان میں کوئی ایسا اہل علم نہیں ہے جو کہ ان کو اس دعوی کے قبح پر مطلع کرتا؟ **''الیس منکم رجل رشید۔''**

رد ششم :یہاں یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ منکرین کی یہ دلیل کس قدر کمزور ہے کہ دعوی تو ان کا یہ ہے کہ اذان سے قبل اور بعد درود وسلام پڑھنا بدعت اور شر ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ ہمارے علم کے مطابق آنحضرت ﷺ نے ان دو وقتوں میں درود وسلام نہیں پڑھا کیونکہ یہ تو مجتہد بھی نہیں کہہ سکتا کہ واقع میں یہ دلیل نہیں ہے، تو پھر یہ منکرین کس باغ کی مولی ہیں؟ پھر تو ان منکرین کی دلیل سے تو صرف یہ ثابت ہوگا کہ ہمارے عقیدہ اور علم کے مطابق یہ درود وسلام بدعت ہے اور اس میں تو اختلاف نہیں ہے۔ بحث اس میں ہے کہ واقع اور نفس الامر میں درود شریف پڑھنا کیسے ہے؟ بدعت ہے یا کہ سنت؟ نیز منکرین کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ وہ بدعت کے مدعی ہیں، لہذا ان کو اپنے اس دعویٰ پر ایسی دلیل لانا چاہیے کہ اس میں اور کوئی احتمال نہ ہو۔ ورنہ وہ دلیل باطل ہو جائے گی۔ مشہور ہے: **اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال** ۔

یہاں تک دلیل پنجم کا بیان ہے۔ اب دلیل ششم شروع کی جاتی ہے۔

دلیل ششم: دار قطنی میں ہے: **قال قال رسول اللّٰہ ﷺ ان اللہ فرض فرائض فلا تضیعوھا، وحرم حرمات فلا تنتھکوھا، وحدحدودا فلا تعتدوھا وسکت عن اشیاء فلا تبحثوھا رواہ الدار قطنی** ۔

حضرت ثعلبہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کئی عبادات تم پر فرض کی ہیں۔ انکو ضائع نہ کرو اور کئی اشیاء تم پر حرام کی ہیں۔ ان کو نہ توڑو یعنی ان کا ارتکاب نہ کرو اور بعض حدود مقرر فرمائے ہیں۔ ان سے تجاوز نہ کرو۔ اور بعض چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے سکوت فرمایا یعنی نہ ان کا اثبات کیا اور نہ نفی، ان اشیاء سے بحث نہ کرو۔

بندہ اذان کے بعد درود وسلام پڑھنے کے متعلق مسلم شریف کی حدیث ذکر کر چکا ہے۔ کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کہ اذان کے بعد دعاء وسیلہ سے پہلے مجھ پر درود شریف پڑھو اور اذان سے قبل کتاب وسنت کے اطلاقات سے درود وسلام پڑھنا ثابت کیا جا چکا ہے۔ اب اس حدیث میں منکرین صلوٰۃ وسلام پر دو وجہ کا رد ہے۔

رد اول: قرآن پاک میں مومنوں کو حکم دیا گیا کہ میرے نبی ﷺ پر درود وسلام پڑھو اور اللہ تعالیٰ نے صلوٰۃ وسلام کو کسی وقت سے مقید نہیں فرمایا بلکہ اوقات سے سکوت فرمایا ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ ہر وقت میں درود وسلام پڑھنا جائز بلکہ واجب ہے۔ تو اب منکرین کا یہ کہنا کہ اذان سے قبل اور بعد درود وسلام پڑھنا بدعت اور منع ہے۔ یہ بحث کتاب اللہ کی تقیید ہے جس سے منع کیا گیا ہے اور نہی میں اصل تحریم ہے۔ تو منکرین کا یہ قول حرام ہوا۔ لہذا اس کا ارتکاب اپنے تک محدود رکھیں اور دوسرے مسلمانوں کو اس حرام سے گمراہ نہ کریں۔

رددوم: بالفرض اگر منکرین کی بات اور دعویٰ مان اور تسلیم کر لیا جائے کہ فی الواقع آنحضرت ﷺ نے اذان سے پہلے درود شریف نہیں پڑھا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس مخصوص وقت میں درود وسلام پڑھنے کی نہ تو کتاب وسنت میں نہی ہے اور نہ امر اور حکم، تو گویا اس سے سکوت اختیار کیا گیا ہے۔ لہذا منکرین کی یہ بحث کہ اس وقت منع ہے۔ ایسی بحث سے حدیث شریف میں منع کیا گیا ہے جو کہ حرام ہے۔ اصل اشیاء میں چونکہ اباحت ہے۔ اس لئے اہل سنت اس میں کوئی بحث نہیں کرتے۔ اہل سنت خود درود وسلام پڑھتے ہیں، کسی منکر کو نہیں کہتے کہ تم بھی پڑھو۔ یہ بحث سب سے پہلے منکرین صلوٰۃ وسلام کے بیرونی آقاؤں نے شروع کی اور پھر پاکستانی منکرین نے بیرونی آقاؤں کا حق نمک ادا کرنے کیلئے پاکستان میں پھیلانے کیلئے انکی ہاں میں ہاں ملائی۔ اہل سنت نے تو صرف اس جارحیت کا دفاع کیا ہے جو کہ ان کا حق ہے۔ کیونکہ جارحیت راہزن اور چور کرتا ہے اور مالک پر ضروری ہے کہ اس کا دفاع کرے۔ حدیث شریف میں جو یہ الفاظ ہیں کہ بعض اشیاء سے سکوت کیا ہے۔ اس کی وجہ شراح حدیث نے یہ بیان کی ہے کہ اس سکوت میں رحمت اور احسان ہے۔ جس کا مطلب یہی ہے کہ یہ اشیاء جن سے سکوت کیا گیا، جائز اور مباح ہیں۔

آج کل کے اہل حدیث غیر مقلدین کا دعویٰ تو عمل بالحدیث ہے تو وہ اس حدیث پر عمل کیوں نہیں کرتے؟

دلیل ہفتم: **عن معاذبن جبل ان رسول اللہ ﷺ لما بعثہ الی الیمن**

قال کیف تقضی اذا عرض علیک قضاء قال اقضی بکتاب اللہ قال فان لم تجد فی کتاب اللہ قال فسنة رسول اللہ ﷺ قال فان لم تجد فی سنة رسول اللہ قال اجتهد رأیی ولا آلو الحدیث۔

یہ ترمذی اور ابوداؤد کی حدیث ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ معاذ بن جبل فرماتے ہیں کہ جب مجھے آنحضرت ﷺ نے یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا: کہ وہاں جب تم کو قضا کرنی ہوگی تو تم کس طرح قضاء کروگے؟ تو معاذ نے عرض کی کہ میں اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید کے ساتھ قضاء کروں گا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کہ اگر وہ مسئلہ تجھ کو کتاب اللہ میں نہ ملے تو حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ میں سنت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قضاء کروں گا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اگر وہ مسئلہ تم کو سنت رسول اللہ ﷺ میں نہ ملے تو۔ حضرت معاذ نے عرض کی کہ میں رائے میں کوشش اور اجتہاد کروں گا۔

اس حدیث میں دو چیزیں قابل ذکر ہیں۔

اول: آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کہ اگر وہ مسئلہ تم کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ میں نہ ملے اور تو ان ہر دو میں نہ پائے اور یہ نہیں فرمایا کہ اگر وہ مسئلہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ میں نہ ہو، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اشارہ فرمادیا کہ ہر چیز کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ میں ہے۔ البتہ! اس سے سمجھنا ہر کسی کا کام نہیں، بعض لوگ سمجھ جاتے ہیں اور بعض نہیں سمجھتے۔

دوم: دلائل چار قسم ہیں۔ کتاب، سنت، اجماع اور قیاس۔ آپ نے تین کا ذکر تو کیا ہے لیکن اجماع کا ذکر نہیں فرمایا۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اجماع آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں نہ تھا۔ اجماع بعد کی دلیل ہے۔ اب اس حدیث شریف میں اہل سنت کی تائید اور منکرین درود وسلام کا رد بلیغ ہے۔ اہل سنت کی تائید اس طرح ہے کہ اس فقیر نے اذان سے قبل اور بعد ہر دو وقت درود وسلام پڑھنے کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے ثابت کیا ہے۔ اور منکرین درود وسلام کا اس میں رد اس طرح ہے کہ یہ منکرین کہتے ہیں کہ جو چیز کتاب وسنت

میں نہیں ہے۔ وہ بدعت اور ناجائز ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو حضرت محمد ﷺ نے جب یہ فرمایا کہ اگر تو کسی مسئلہ کو کتاب یا سنت رسول اللہ ﷺ میں نہ پائے تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ یہ جواب دیتے کہ جو چیز میں کتاب وسنت میں نہ پاؤں گا تو میری قضاء یہ ہوگی کہ وہ بدعت اور ناجائز ہے۔ حالانکہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے ایسا نہیں کہا، بلکہ ایک دلیل کی عدم موجودگی میں دوسری دلیل کی طرف رجوع کیا اور کہیں یہ نہیں فرمایا کہ جو کام آنحضرت ﷺ نے نہیں کیا میری قضاء یہ ہوگی کہ وہ بدعت ہے جس طرح آج کل کے اہل بدعت کا طریقہ ہے۔ یہاں تک منکرین درود وسلام کا اس حدیث شریف سے ایک رد آگیا۔

رد دوم: آنحضرت ﷺ نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے متعلق تو فرمایا کہ اگر تو کوئی مسئلہ ان دونوں میں نہ پائے لیکن اجتہاد کے متعلق نہ فرمایا: کہ اگر تجھے وہ مسئلہ اجتہاد سے بھی معلوم نہ ہو، تو معلوم ہوا کہ ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے کہ ان تینوں میں سے کسی میں بھی نہ ہو۔ لہٰذا اگر تم کو کوئی مسئلہ معلوم نہ ہو سکے تو یہ نہ کہنا کہ کتاب اور سنت میں یہ مسئلہ نہیں ہے، بلکہ یہ کہو کہ ہم کو معلوم نہیں ہے۔ لیکن ان اہل بدعت کو اگر کتاب وسنت سے کوئی مسئلہ معلوم نہ ہو سکے تو یہ کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ کتاب وسنت میں ہی نہیں ہے۔

رد سوم: اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ کسی شئی کا حکم معلوم کرنا ہو تو پہلے کتاب اللہ سے معلوم کرو اور پھر سنت رسول اللہ سے، تو ان منکرین درود وسلام پر بھی لازم تھا کہ ایسا کرتے لیکن انہوں نے نہ کتاب اللہ کی طرف رجوع کیا اور نہ ہی سنت رسول اللہ ﷺ کی طرف، بلکہ اپنے خام علم کی بناء پر یہ فتویٰ دیدیا کہ اذان سے قبل اور بعد درود وسلام بدعت ہے۔ حالانکہ ان ہر دو اوقات میں درود وسلام کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے ثابت ہے۔ خصوصاً اذان کے بعد تو خصوصی طور پر مسلم شریف کی حدیث وارد ہے، لیکن منکرین کی بصیرت پر تعصب کا پردہ ہے۔ اس لئے ان کو یہ حدیث نظر نہ آئی، یا یہ حدیث تو ان کے علم میں ہے لیکن بغض رسول ﷺ کی وجہ سے اس کو نہ ظاہر کرتے ہیں اور نہ اس پر عمل کرتے ہیں۔

رد چہارم اس حدیث شریف میں تین دلائل کا ذکر ہے اور تیسری دلیل قیاس اور

مجتہد کی رائے ہے۔ لیکن منکرین درود و سلام غیر مقلد شتر بے مہار قیاس اور رائے مجتہد کو دلیل تسلیم نہیں کرتے اور دعویٰ عمل بالحدیث ہے۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی قیاس اور رائے کا ذکر ہے۔ حدیث ملاحظہ ہو:

نورالانوار میں ہے: وھذا مما علم باثر ابن مسعود فی المفوضۃ وھی التی مات عنھا زوجھا قبل الدخول بھا ولم یسم لھا مھرٌ فسئل ابن مسعود عنھا فقال اجتھد فیھا برائی ان اصبتُ فمن اللہ و ان اخطئت فمنی ومن الشیطان۔ الخ۔

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ ایک عورت کا خاوند مر گیا اور اس نے اس عورت سے ہم بستری نہ کی تھی تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس عورت کے مہر کے متعلق دریافت کیا گیا، تو آپ نے فرمایا: کہ میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ اگر درست اجتہاد کیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوگا اور اگر مجھے غلطی لگ گئی تو یہ میرے نفس اور شیطان کی طرف سے ہوگا۔ اس عبارت سے دو چیزیں ثابت ہوئیں۔

اول: اجتہاد بالرائے صحابہ کرام کا طریقہ ہے بلکہ تمام صحابہ نے ابن مسعود کے قول کو تسلیم کیا۔

دوم: مجتہد گاہے صواب کو پہنچتا ہے اور گاہے خطاء کو، اس کے باوجود قیاس اور رائے دلیل ہے۔ مزید برآں آنحضرت ﷺ بھی گاہے قیاس فرماتے تھے۔ یہاں صرف دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

مثال اول: نورالانوار میں ہے: انہ لما اُسِر اساریٰ بدر وھم سبعون نفرا من الکفار فشاور النبی ﷺ اصحابہ فی حقھم فتکلم کل منھم برأیہ فقال ابو بکر ؓ ھم قومک اھلک خذ منھم فداء ینفعنا و خلفھم احرارا لعلھم یوفقون بالاسلام بعد ذالک وقال عمر ؓ مکن نفسک من قتل عباس ومکن علیا من قتل عقیل ومکنی من قتل فلان لیقتل کل واحد مناقریبہ (الیٰ ان قال) ثم استقر رایہ علیہ السلام علی رای ابی بکر۔ الخ۔

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ جب جنگ بدر کے موقع پر ستر کافر قیدی ہوئے تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے ان کے بارہ میں مشورہ کیا تو ہر ایک نے ان سے اپنی رائے کا اظہار کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے یہ مشورہ دیا کہ یہ قیدی آپ کی قوم اور رشتہ دار ہیں۔ ان سے فدیہ لیا جائے جو ہمارے کام آئے گا اور ان کو چھوڑ دیا جائے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ مسلمان ہو جائیں۔ امیر عمر ؓ نے یہ مشورہ دیا کہ ہر قریشی اپنے رشتہ دار کو قتل کرے آپ ؓ عباس کو، حضرت علی عقیل کو قتل کریں اور میرے رشتہ دار میرے حوالے کریں میں ان کو قتل کروں گا تو آخر میں اعتماد حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی رائے پر کیا گیا۔ الخ۔

اس عبارت میں آنحضرت ﷺ اور تمام صحابہ خصوصاً ابوبکر ؓ اور عمر فاروق ؓ سب نے اجتہاد اور رائے کو استعمال کیا۔ لیکن آج کل نام نہاد اہل حدیث قیاس اور رائے کے خلاف ہیں۔ اور نہ ان کو آنحضرت ﷺ کی رائے پر اعتماد ہے اور نہ صحابہ کرام کی رائے ان کے نزدیک قابل سند ہے۔

مثال دوم: نورالانوار میں ہے: ان امرءۃ جاءت الیٰ رسول اللہ ﷺ فقالت ان ابی قد ادرکہ الحج وھو شیخ کبیر لایستمسک علی الراحلۃ افتجزئ ان احج عنہ فقال علیہ السلام ارأیتِ لو کان علی ابیکِ دین قضیتِ اما کان یقبل منکِ قالت نعم قال فدین اللہ احق بالقبول فقاس النبی ﷺ الحج علیٰ دین العباد، والمعنی الجامع بینھما ھو الدین۔

خلاصہ حدیث شریف یہ ہے کہ ایک عوت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئی اور عرض کیا کہ میرے باپ پر حج فرض ہو چکا ہے اور وہ بہت بوڑھا ہے اور سواری پر بھی نہیں بیٹھ سکتا، تو کیا میں اس کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟۔ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کہ بھلا تو یہ بتا کہ اگر تمہارے باپ پر قرضہ ہوتا اور تو وہ قرضہ اس کی طرف سے ادا کرتی تو کیا تم سے یہ قرضہ قبول نہ کیا جاتا؟ عورت نے جواب دیا کہ جی ہاں! قبول کیا جاتا تو، آپ ﷺ نے فرمایا: تو اللہ تعالیٰ کا قرض تجھ سے بطریق اولیٰ قبول کیا جائے گا۔

اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے فریضۂ حج کو بندوں کے قرض پر قیاس فرمایا کیونکہ دونوں دین اور قرض ہیں۔

مثال اول اور مثال دوم ہر دو سے ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ بھی ان مسائل میں قیاس فرماتے تھے جن کے متعلق فی الحال وحی نازل نہیں ہوتی تھی اور آج کل کے نام نہاد اہل حدیث اس قیاس کے منکر ہیں جو کہ دلیل شرعی ہے۔ دراصل قیاس کا حکم قرآن کریم میں ہے، ملاحظہ ہو:

قولہٗ تعالیٰ " فاعتبروا یااولی الابصار"۔ یعنی اے اہل عقل! تم کو اعتبار کرنا ضروری ہے۔

نور الانوار میں ہے: القیاس حجة نقلا وعقلا اما النقل فقولهٗ تعالی عز اسمهٗ '' فاعتبروا یا اولی الابصار '' لان الاعتبار رد الشئی الی نظیره، فکانه قال قیسوا الشئی علی نظیره وهو شامل لکل قیاس۔ الخ۔

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ قیاس کا حکم دلیل عقلی اور نقلی ہر دو سے ثابت ہے، دلیل نقلی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ جس کا معنی گزر چکا ہے اور اعتبار کا معنی شئی کو اس کی نظیر کی طرف رد کرتا ہے، تو گویا اللہ تعالیٰ کے قول مبارک کا یہ معنی ہے کہ ایک شئی کو اس کی نظیر پر قیاس کرو اور یہ ہر قیاس کو شامل ہے۔ تو قیاس کا دلیل شرعی ہونا نص سے ثابت ہوا اور نیز قرآن سے ثابت ہوا کہ قیاس کرنا اہل عقل کا کام ہے۔ معلوم ہوا کہ قیاس کا منکر بے عقل ہے۔

دراصل بندہ اس مضمون میں اذان سے قبل اور بعد درود وسلام کے جواز پر دلائل پیش کر رہا ہے۔ یہاں تک سات دلائل ختم ہوئے۔ اب بندہ آٹھویں دلیل نقل کرتا ہے۔

دلیل ہشتم: بندہ قبل ازیں ذکر کر چکا ہے کہ قرآن پاک میں جہاں درود وسلام کا حکم ہے۔ یہ حکم مطلق ہے کسی وقت کے ساتھ مقید نہیں اور اس اطلاق میں اذان سے قبل اور بعد کے ہر دو وقت بھی داخل ہیں اور اسی طرح حدیث مسلم شریف جو کہ گزر چکی ہے۔ اس میں یہ الفاظ بھی مذکور ہیں: من صلی علیّ صلوة صلی الله بها عشرا۔ اس حدیث

شریف میں بھی صلوٰۃ کا ذکر مطلق ہے جو کہ سب اوقات کو شامل ہے اور ان اوقات میں اذان سے قبل اور اذان کے بعد ہر دو وقت داخل ہیں۔ لہٰذا اذان سے قبل اور بعد درود وسلام کتاب وسنت سے ثابت ہے۔

اب بندہ اس دلیل ہشتم میں یہ ثابت کرتا ہے کہ کتاب وسنت کے اطلاقات کو اپنی رائے سے مقید کرنا کتاب اللہ اور اقوال واعمال صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف ہے۔ پہلے کتاب اللہ ملاحظہ ہو۔

کتاب توضیح میں ہے: لنا قولهٗ تعالی "لا تسئلوا عن اشیاء ان تبدلکم تسؤکم" فهذه الآیة تدل علی انّ المطلق یجری علی اطلاقه ولا یحمل علی التقیید لان التقیید یوجب التغلیظ والمساءة کما فی بقرة بنی اسرائیل۔

خلاصہ عبارت کا یہ ہے کہ احناف اپنی رائے سے کتاب وسنت کے اطلاقات کو مقید نہیں کرتے اور اس پر تین دلائل ہیں۔

دلیل اول: اللہ تعالیٰ کا فرمان مذکور بالا جس کا معنی یہ ہے کہ اے اہل ایمان! ان چیزوں سے سوال نہ کرو کہ اگر وہ چیزیں تمہارے لئے ظاہر کی جائیں تو تم کو برا لگے۔ اس آیت شریفہ سے پتہ چلا کہ مطلق کو اپنے اطلاق پر جاری کیا جائے اور اس میں تقیید نہ کی جائے، کیونکہ تقیید میں شدت اور سختی ہے اور تنگی اور برائی اور ناگواری ہے جیسا کہ بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا: قولهٗ تعالی '' فاذبحوا بقرة '' اس آیت میں مطلق گائے کے ذبح کرنے کا حکم تھا۔ عمر اور رنگ وغیرہما کی کوئی تقیید نہیں تھی، اگر وہ کوئی گائے ذبح کر دیتے تو ان کے لئے کافی تھا۔ لیکن یہود نے مطلق گائے کے قیود پوچھنا شروع کر دیئے اور اپنے نفسوں پر تشدید شروع کر دی تو اللہ تعالیٰ نے بھی قیود لگا کر ان پر سختی فرمائی۔

آج کل کے اہل بدعت کا بھی یہی طریقہ ہے کہ غیر ملکی اہل بدعت نے ایک سرکلر پاکستانی حکام کو بھیجا کہ اذان سے قبل اور بعد درود وسلام پڑھنا بدعت ہے اور اس سے مساجد کا تقدس مجروح ہوتا ہے۔ ان کا یہ سرکلر پاکستان کے اندرونی اور مذہبی امور میں کھلی

مداخلت تھی۔ جس کو پاکستان کے ناتجربہ کار حکام نہ سمجھ سکے اور پھر پاکستانی اہل بدعت نے تو بیرونی سرکلر کی حمایت میں طوفانِ بدتمیزی برپا کردیا۔ جس کا اہل سنت کی طرف سے شدید ردعمل ہوا، اگر حکومت پاکستان اس سرکلر کی وضاحت نہ کرتی تو نامعلوم کتنا فتنہ وفساد برپا ہوتا۔ یہ مساءة کی بدترین مثال ہے۔

دلیل دوم: کتاب توضیح میں ہے: قال ابن عباس ﷺ ابھموا ماابھم اللّٰہ واتبعوا مابیّن ای اترکوہ علیٰ ابھامہ والمطلق مبھم بالنسبۃ الی المقید المعین۔ الخ

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو مبہم ذکر فرمایا تم بھی اس کو مبہم رہنے دو اور جس چیز کو بیان فرمایا اس کی اتباع کرو۔ اور مطلق مقید معین کے لحاظ سے مبہم ہے۔ لہذا مطلق کو مقید نہیں کیا جائے گا۔

حاصل عبارت یہ ہے کہ مطلق اپنی تمام قیود کو شامل ہے۔ ان تمام قیود کے لحاظ سے مبہم نہیں ہے۔ البتہ! کسی خاص معین قید کے لحاظ سے مبہم ہے اور اس کا متحمل نہیں ہے، لہذا اس کے ساتھ کوئی خاص قید نہیں لگائی جاسکتی۔

دلیل سوم: کتاب توضیح میں ہے: وعامۃ الصحابہ ماقیدوا امھات النساء بالدخول الوارد فی الربائب۔

اکثر صحابہ نے عورتوں کی ماؤں کو دخول کے ساتھ مقید نہیں کیا جو ربائب کے بارے میں وارد ہے۔

مسودہ اس جگہ ختم ہوگیا، یوں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت استاذ الاساتذہ ابھی کچھ اور لکھنا چاہتے تھے، لیکن انہیں اس کا موقع نہیں ملا۔ ۱۲ اشرف قادری

◇◇◇

اے سبز گنبد والے منظور دعا کرنا
جب وقتِ نزع آئے دیدار عطا کرنا

عطا کیا مجھکو دردِ الفت کہاں تھی یہ پُر خطا کی قسمت
میں اس کرم کے کہاں تھا قابل حضور کی بندہ پروری ہے

جتنا دیا سرکار نے مجھکو اتنی میری اوقات نہیں
یہ تو کرم ہے انکا ورنہ مجھ میں تو ایسی بات نہیں